

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُورَةُ الْسَّيِّدِينَ

سُكُونُ طَالِبٍ

حضرت علی علیہ السلام کے دستخط

"کتبہ علی ابی ابی طالب"

"اسکو علی ابی ابی طالب نے لکھا"

آسان ترین واضح اردو ترجمہ بالتفیر اہلبیت
از: ڈاکٹر محمد حسن علوی الرضوی

سورہ یسین

کتبہ علیٰ ابن ابی طالب

حضرت علیؑ کے دستخط

”کتبہ علیٰ ابن ابی طالب“
”اسکو علیٰ ابن ابی طالب نے لکھا“

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی تحریر صفحہ 28 سے ملاحظہ فرمائیں۔

آسان ترین واضح اردو ترجمہ با تفسیر ادبیت

از: ڈاکٹر محمد حسن علوی الرضوی

اس کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتبہ علی بن ابی طالب

کتاب:

ڈاکٹر محمد حسین علوی الرضوی

تلخیص و تحقیق:

محرم الحجر ۱۴۳۸ھجری

اشاعت:

ایک ہزار

تعداد اشاعت:

دویڈ۔ ایکس گرافنکس

سرورق:

سورہ فاتحہ کا منظوم ترجمہ

اللہ کے نام پاک سے ہے آغاز ہمارے کاموں کا
بے مثل محبت ہے جس کی جو بحث و کرم میں ہے یکتا
سب حمد اسی کو زینیا ہے جو رب ہے بارے جہانوں کا
سب سورج چاند ستاروں کا سب جانوں کا بے جانوں کا
بے۔ تھاہ سمندر رحمت کا سرچشمہ مہر و محبت کا
خالق ہے عمل کی قوت کا اوز مالک روز قیامت کا
ہم بندے تیرنے اے آقا۔ تپری ہی عبادت کرتے ہیں
تو فیض اطاعت جوش عمل کی تجوہ سے ہی چاہت کرتے ہیں
ہاں راہ دکھا اس منزل کی جو منزل فتح نصرت ہے
اسلاف نے جس پر چل کر پائی دونوں جہاں کی نعمت ہے
وہ راہ نہ ہو گمراہوں کی جو تیرے غصب میں آئے ہیں
ناکامی اور ہلاکت کے دکھ درد جنہوں نے پائے ہیں

مرد مسلمان

ہر لحظہ ہے مومن کی خنی شان نتی آن
گفتار میں کزدار میں اللہ کی نہ ہاں
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناظر ہوں تو بتا ہے مسلمان
ہمایہ جبریل امیں بندہ خاکی
ہے اس کا نیشن نہ بخارا نہ بدخشاں
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر لالہ میں شندک ہو وہ شبہ
دور یاؤں کے دل جس سے دل جائیں دہلو قان
فطرت کا سرد ازلي اس کے شب روز
آہنگ میں یکتا صفت سورہ حجۃ
(علامہ اکرم محمد قادری)

قرآن فریاد

طاول میں بجا یا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
 تغونیہ بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پلا یا جاتا ہوں
 بجزدان خریر درشیم کے، اور پھول تائے چاندی کے
 پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
 جس طرح سے طوطامینا کو، کنجھ بول سکھائے جاتے ہیں
 اس طرح پڑھایا جاتا ہوں، اس طرح سکھایا جاتا ہوں
 جب قول و قسم یعنی کے لیے ہسکار کی نوبت آتی ہے
 پھر میری ضرورت پڑتی ہے، ہاتھوں پہ انھیا جاتا ہوں
 دل شوز سے خالی رہتے ہیں، آنکھیں ہیں کرم ہوتی ہی نہیں
 کہنے کو میں اک اک جلسہ میں، پڑھ پڑھ کے نایا جاتا ہوں
 نیکی پہ بُدھی کا غلبہ ہے، سچائی سے بُٹھ کر دھوکا ہے
 اک بار ہنسایا جاتا ہوں، نسو بار ڈالایا جاتا ہوں
 یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پر راضی غیروں کے
 یوں بھی مجھے رُسو کرتے ہیں، ایسے بھی تایا جاتا ہوں
 کس بزم میں مجھ کو بار نہیں، کس عرس میں میری دھوم نہیں
 پھر بھی نہیں اکیلا رہتا ہوں، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں
 (بہر القادری)

منظوم تبصرہ

جناب پر نیز سبیط جعفر مدظلہ

یہ ہے تفسیر اہلیت نبی ﷺ

کاوش ڈاکٹر حسن رضوی
لکھنی تفسیر دل کا نجود ہے یہ!

نور و انوار و مجمع و صافی
فصل برہان و روح اور تبیان

اور کبیر و نمونہ و کافی
ہے یہ تفسیر اہلیت مگر

ہیں تفاسیر اہلسنت بھی
غیر مسلم حوالہ جات بھی ہیں
کیا ہندو و یہود و عیسائی

ہیں حقیقت میں ڈاکٹر رضوی
آبر و ملک و دین ملت کی

لے کے جائیں گے حوضِ کوثر تک فکرِ قرآن و اہلیت نبی ﷺ

یہی مقصود ”فَيَكُمُ الشَّقْلَيْنَ“ سچے اتباع دونوں کی
(یہ قلم در ان حج کہ معظمه میں لکھی گئی)

۱) جناب رسول خدا نے فرمایا: ”تم میں دو بے حد تینی چیزوں چھوڑے جا باؤں، ایک خدا کی کتاب دوسرا یہری اولاد اہلیت۔ جب تک ان دونوں کو مضمونی میں پہنچے رہو گے، کسی ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں کسی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر یہرے پاس وارہوں (صحیح مسلم)

فضائل سورہ یسین

جناب رسول خدا فرمایا: جو شخص سورہ یسین کو سمجھ کر دن کے وقت پڑھے گا، اسکو خدا کی حفاظت اور رزق ملے گا۔ رات کے وقت پڑھے گا تو ایک ہزار فرشتے اسکی حفاظت کریں گے۔ اسکی میت کے غسل کے وقت ایک ہزار فرشتے موجود ہونگے، جو قبر تک اسکے جنازے کے ساتھ ساتھ چلیں گے۔ اسکی قبر حد نگاہ تک وسیع کر دی جائے گی اور وہ قبر کی سختی بے محفوظ رہے گا۔ اسکی قبر قیامت تک روشن اور نورانی رہے گی۔ جب وہ قبر سے نکلے گا تو فرشتے اسکے چاروں طرف ساتھ ساتھ ہوں گے اور اس کو خوش کر رہے ہوں گے۔ اس طرح وہ پل صراط سے گزر جائے گا، جہاں انبیاء اکرام اور مقرب فرشتوں کے سوا کوئی نہ ہوگا۔ وہاں اسکو کوئی غم، خوف یا پریشانی بھی نہ ہوگی۔ خداوند عالم اس سے فرمائے گا ”میرے بندے شفاعت کر، میں تیری شفاعت قبول کروں گا، مجھ سے مانگ میں عطا کروں گا“ پھر خداوند عالم اسکے کسی گناہ پر کوئی عذاب نہیں دے گا، یہاں تک کہ لوگ کہیں گے اسے تو کوئی گناہ کیا ہی نہیں تھا۔ کیونکہ خداوند عالم اسکو ایک صاف شفاف زندہ پھیلی ہوئی کتاب عطا فرمائے گا۔ پھر وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (ختمی مرتبہ) کا ساتھی بنادیا جائے گا۔

(برداشت حضرت امام جعفر صادقؑ از کتاب ثواب الاعمال محدث اعظم شیخ صدقؑ)

رَكُوعَاتِهَا

سُورَةُ لَيْلَسْ مَكَيْمٌ

آیَاتِهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ○
 شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض
 اور فائدے پہنچانے والا مسلسل بیحد رحم کرنے والا ہے۔

لَيْلَسْ ① یاسین ! یعنی اے دھی کے

سننے والے انسان (مراد رسولؐ)

وَالْقُرْآنُ الْحَكِيمُ ② (۲) قسم ہے اُس گھری بالکل ٹھیک
 ٹھیک، دانا تی کی بالتوں وائے
 قرآن حکیم کی۔

إِنَّكَ لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ ③ (۳) کہ حقیقتاً آپ رسولوں میں ہیں۔

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ④ (۴) بالکل سیدھے راستے پر۔

تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ⑤ (راویہ قرآن) اُتارا ہوا ہے اُس
 عزت والے زبردست طاقت وائے
 مسلسل بیحد رحم کرنے والے اللہ کا۔

یاسین کے معنی * فرنیدہ رسول خداوند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:
 "یاسین" جناب رسول خداوند کے اقباب میں ہے ایک لقب ہے۔ اس کے معنی ہیں: اے حق کے سنتے والے۔ اس کا
 ثبوت یہ ہے کہ خداوند عالم نے خود فرمایا: "یاسین رعنی" اے وحی کے سنتے والے انسان حقیقتاً آپ رسول اللہ ہیں۔
 (تفیر مانع م23 بحی الدلالات الاعمار تفسیر) (الفتوحات ص ۲۷۰ بیان آئینہ)

* حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ: "یاسین کے معنی ہیں: اے انسان!" * (تفیر کبر للہول ابن کثیر ابن ماجہ)
 * فرنیدہ رسول خداوند حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون تھاںی کے ہمراہ دربار میں فرمایا:
 "یاسین سے مراد رسول خداوند ہیں اور ایسا یاسین (آل یاسین) سے مراد آل محمد ہیں، اور
 ہم آل محمد ہیں۔" * (عین الاخبار الرضا)

* اعتراض یہ ہے کہ رسول خداوند کو کیوں مخالف کیا جائے؟ عام مشکوں سے خطاب کیوں نہ کیا؟
 جواب یہ ہے کہ قرآن کا مقصد یہ ہے کہ اس بات کی تائید کی جائے کہ رسول اکرم حق پر ہیں، چاہے شرکیں
 ان کو قبول کریں یا نہ کریں۔ حق کسی کے قبول کرنے کا محتاج نہیں ہے۔ + (تفسیر منہجۃ)
 * "لَمْ يَمْتَزِمْ! تَمْ خَدَاكَ رَبُّكَ" اس بات کی دلیل خود یہ قرآن ہے۔ کیوں کہ یہ قرآن حکمت ہے
 معرفت ہے، علم ہے۔ اور جو شخص ان پڑھ ہوتا ہے اُس کا حکمت سے کوئی ربط نہیں ہوتا۔ جس شخص
 نہیں پڑھی اُسے کیا پتا کہ قیاس کی کتنی شکلیں ہوں ہیں، جس نے کیمیٹری نہیں پڑھی اُسے کیمیٹری کے اصولیں
 کا کیا پتا؟ اسی طرح قرآن نے رسول خداوند کے برحق ہونے کی یہ دلیل دی ہے۔ (تفیر مورہ یہس آیت)
 حضرت علیؑ نے فرمایا: "یاسین محمد مصطفیٰ علیہ السلام ہیں اور آل یاسین ہم (آل محمد)"
 ہیں۔ اگر خدا "سلام علی آل محمد" کے الفاظ نازل کرتا تو آل محمد کے مخالف اس کو ہنا
 دیتے۔ (امالی شیخ صدق)

حضرت امام علی رضاؑ نے عبادی خلیفہ مامون رشید کے دربار میں فرمایا "خداوند
 عالم نے انبیاء کرام پر تو سلام بھیجا ہے مگر کسی نبی کی آل پر سلام نہیں بھیجا۔ مگر جناب
 رسول خداؑ کی آل پر بھی سلام کیا۔ فرمایا سلام علی آل یاسین۔ (عین الاخبار
 الرضا)

(معلوم ہوا کہ آل محمدؐ کا خداوند عالم کی نگاہ میں خاص مقام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آل محمد حضرت محمد مصطفیؐ کے وارث ہیں۔ دین خدا کو پہنچانے والے، قرآنی تعلیمات کے معلم اور اسلام کی تعلیمات کو نافذ کرنے والے ہیں۔ دین خدا کے محافظ اور مونین کے لئے سامان ہدایت ہیں۔ رسول خدا کے بعد واحد ذریعہ نجات ہیں۔ قرآن کے حقیقی معلم اور ساتھی ہیں۔ قرآن تھیوری ہے اور آل محمدؐ قرآن کے مفسر اور معنی ہیں۔)

اہل بیت پاک کے ہر سانس کو ائے مدعی

ہاں ملا کر دیکھ لے آیاتِ قرآنی کے ساتھ

خداوند عالم نے خود فرمایا ہے ”تمھارے پاس خدا کی طرف سے کتاب آئی ہے اور نورِ نبین کھلا ہوا نورِ ہدایت بھی آیا ہے۔“

معلوم ہوا قرآن کے ساتھ ساتھ نورِ ہدایت کا ہونا ضروری ہے تاکہ قرآن کے معنی و مطالب اور نفاذ صحیح ہو سکے۔ قرآن کے معنی و مطالب کو اپنی خواہشات کے مطابق نہ ڈھال دیا جائے۔ اسی لئے خداوند عالم نے قرآن کے ساتھ نورِ ہدایت یعنی محمدؐ و آل محمدؐ کو بھیجا ہے۔

بغیر آل نبی لکھ رہے ہیں تفسیریں۔ کتاب کیسے پڑھی جائے گی چرا غ بغیر؟

ہر کتاب کا کوئی معلم ہوتا ہے اور قرآن کے حقیقی وارث و معلم محمدؐ وآل محمدؐ

ہیں۔ اسی لئے جناب رسول خدا نے فرمایا ”میں تم میں دو بے حد قیمتی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب اور دوسرا میری اولا داہلی بیت۔ جب تک تم ان دونوں سے تعلق بخوبی رکھو گے کبھی ہرگز گمراہ نہ ہوں گے اور یہ دونوں کبھی ہرگز ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ لوٹ آئیں۔“ (صحیح مسلم)

لِتُنذِرَ قَوْمًا مَا أُنذِنَ سَرَّا (۶۰) تاکہ بُرے کاموں کے بُرے انعام سے
اباً وَهُمْ فَهُمْ غَفِلُونَ ⑦ اُس قوم کو درایں اور خبردار کریں جس کے
باپ دادا کو درایا نہیں گیا تھا، تو وہ جب
اور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

لَقُدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ (۷۰) اُن میں زیادہ تر لوگ توحداتی سزا
أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑧ کے ساتھ ہوئی چکے میں چنان چاہ وہ
ایمان نہیں لاتے۔

اعتراض اور اس کا جواب

اعتراف یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف توحیدانے یہ فرمائیں

"ہر قوم کے نیے ایک ہادی ضرور ہوتا ہے۔" وَ إِنَّكُلْ قَوْمٌ مَّا دَ :

دوسری طرف خدا ہیاں پر یہ فرماتا ہے کہ: "جن کے باپ دادا خبردار نہیں کیے گئے تھے۔"

* اس کا جواب یہ ہے کہ: "الشُّرُجَبُ کسی نبی کو بھیجا ہے تو اُس کی تعلیمات کے اثرات دور درست ک
چیختے ہیں اور نسلہ بعد فیل باتی رہتے ہیں اس لیے اُس زبان کو بہارت سے غالی قراز نہیں دیا جاسکتا
البتہ جب اُس نبی کی تعلیمات کے اثرات بالکل ہی مٹ جاتے ہیں یا نبی کی تعلیم کو ساری جل کر کوہ دیا جاتا
تہ دوسرے نبی کو بھیجا ضروری ہوتا ہے (اُس عرصے میں انبیاء کے اوصیا، انبیاء کا کام کرتے رہتے ہیں)
..... (تفصیر کیرم (از ۱۴))

* غرض طالبین حق کیلئے ہر زمانے میں خدا کی جنت موجود ہوا کرتی ہے جنہیں کے بعد
سے ہمارے رسولؐ کے آنے کے درمیان کے عربی کو مردم فترت" اس لیے نہیں کہتے کہ اُس زمانے میں
خدا کی جنت مطلقاً موجود ہی نہ تھی۔ البتہ اُس دوران کوئی اولو العزم صاحب کتاب پیغیر نہیں آیا۔
..... (تفصیر کیرم)

* قرآن کے آنے کا حل مقصد یہ ہے کہ (۱۵) نافل سوئی ہوئی انسانیت کو بیدار کیا جائے۔

* قرآن کے آنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ (۱) نافل سوچی ہوئی نسائیت کو بیدار کیا جائے۔
 (۲) جن خطرات سے ان کا سامنا ہے ان سے بچایا ڈرایا جائے (۳) شرک، لکز، لگناہ اور برادریوں
 میں آلوگیوں سے پاک کیا جائے۔ (تفیر کبر، تفسیر مجید ابیان)

آیت: لَقَدْ حَقُّ الْقَوْلُ ... ایک کام طلب یہ ہے کہ: "اے رسول! آپ کے پردہ بت
 سخت کام کیا گیا ہے کہ عرب جیسی قوم کو قرآن کے ذریعہ بیدار فراہیں، جس قوم کے پاس صدوں سے
 کوئی اولاد لعزم پیغیر نہیں آیا۔ ایسی جاہل، نافل، ضری، ہست دھرم قوم جسے مخدال پرواد، نہ آفت
 کی فکر، نہ اضافی پر زلف، نہ مستقبل پر زگاہ، نہ مبداء سے تعلق نہ منتبہ ادا تصور، نہ نیک کی تیز اند بدر کی خبر
 نہ جملے کا شعور نہ بُرے کی پرواد۔ ایسوں کو غفافت اور جیالت کے اندر ہوں گے لکانا اور بڑیت کی مات
 سڑک پر لانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ (تفیر کبر، تفسیر کشات)

بہرحال علم الہی میں توازن سے ثابت تھا کہ کون کون قوم کی اکثریت اور کون کون لوگ بہادیت کی راہ
 قبول نہ کریں گے، اور غذاب الہی کے سبق نہیں گے۔ مگر رسولؐ کو یہی حکم تھا کہ آپ امام جنت کرتے رہی اور
 کارپڑیت انجام دیتے رہی، سہت شکن و اتعال کا مقابلہ کرتے رہی، بلکہ نہ ہوں یعنی خدا کے پردہ فراہی۔

لَقَدْ حَقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَرِيمِ: یعنی: ثابت ہو چکی بات بہتوں پر۔" یہ بات ان لوگوں پر ہوئی
 تھی ہے جو خدا اور آفت پر یقین نہیں رکھتے، نہ بُرائی کو بُرائی سمجھتے ہیں، نہ اچانی کراچانی۔ (تفسیر غفران)
*** خدا کافر ما کہ: اب وہ ایمان نہیں لاتے۔** یہ بات علم الہی میں گزر کیا ہے جو خدا کے علم ازیل کا ایک حصہ
 اسیں جبرا کر کر کاشاہی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ کچھل کر حق سے بے پرواد ہو کر حق سے جاگے ہیں جنکے
 منظہم، یعنی لازمی خور سر یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے اسی لئے خدا کی براثت اور توفیقات سے موجود رہے۔ (ماجری)

**إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْتَاقِهِمْ (۸۰) دِإِسی لیے، ہم نے ان کی گردنوں
 أَغْلَلَلَا فِي إِلَى الْأَذْقَانِ** میں طوق ڈال دیئے تھیں جس نے
فَهُمْ مُؤْمِنُونَ ① اُن کو مُحْوَرِیوں تک جکڑ رکھا ہے
 اسی لیے وہ سر اور پر کیے کھڑے ہیں۔

وَجَعْلَنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ (۹) اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا کھڑی کر دی ہے اور ان کے پیچے فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا بھی دیوار کھڑی کر دی ہے غرض ہم نے ان کو ڈھانپ رکھا ہے (ایسے) وُيُصْرُونَ ⑨ ان کو کچھ دکھائی بھھائی نہیں دیتا۔

"طوق" سے مراد ان کی ہٹ دھرمی ہے جس کی وجہ سے یہ حق کو قبول نہیں

کرتے۔ اور "محرومیں تک جکڑے ہوتے ہونے" سے مراد گردن کی اکڑی ہے جو غدر اور تکبیر کا منطقی جسمانی نتیجہ ہے۔ خدا فرمایا ہے کہ: "ہم نے ان کی ہٹ دھرمی، خدا دھرم دشمنی کو ان کی گردن کا طوق نبادیا، اور ان کے تکبیر کی وجہ سے ان کی گردنیں اکڑ گئیں، اس حالت میں کوئی بھی بڑش حقیقت ان کے سامنے آجائے تو یہ اس کی طرف توجہ کرنے والے نہیں ہیں۔" (تفہیم الرؤان)

آیت ۹ : شان نزول یہ ہے کہ: ابو جہل نے کئی دفعہ جناب رسول خدام کو قتل کرنے کی کوششیں کیں، مگر جب بھی وہ اس بیرونی کام کے لیے آنحضرت ﷺ کے پاس جا کر حلکرنا چاہتا تھا، اس کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہتی تھی، اور حرکت کرنے کی طاقت تک سلب ہو جایا کرتی تھی۔ جب وہ پلٹ کر لپٹے ساتھیوں میں پہنچتا تو ان کو بھی نہ بنا سکتا تھا۔ (تفہیم الرؤانی - درج المسائل)

* مگر آیت کا تعلق مرن ابو جہل سے نہیں بلکہ اس کا معہدم عام ہے۔ کفر و شرک کے نام سفرنی حق دشمنوں، ہٹ دھرم متعقب افراد پر صادق آتا ہے۔

آگے اور پیچے دیواریں مائل ہیں۔

+ انسان دو قسم کی پرا ہیوں کا محتاج ہے:

(۱) نفسی غلری یا استدالی ہدایت -

(۲) فطری، وجہانی ہدایت -

* سانتے کی دلیار نظری اور نکری بہارت سے حمدوی کی طرف اشارہ ہے۔
 * پیچھے کی دلیار سے فطری و جدایی مطلب کے استفادے سے نک جانا ہے۔
درسرامطلب یہ لکھا گیا ہے کہ: آگے والی دلیار سے مراد وہ رکاوٹیں ہیں جو اسے آفت کی تام کامیابیوں سے بُرک دین گی۔ اور پیچھے والی دلیار سے مراد وہ رکاوٹیں ہیں جو اسے دنیا کی سعادت، آرام اور سکون بُک نہیں پہنچنے دیں گی۔ * ... (تفیر نہود)

آیت کا حاصل بیان یہ ہے کہ جو لوگ حق کو دیکھنا ہی نہیں چاہتے، اور از خدا مخوبوں نے حق سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں، ایسے لوگوں کو سمجھانا، یا، نہ سمجھانا برابر ہے۔ کیونکہ ایسے چکنے گھڑے کبھی سوہنہ نہیں سکتے۔ (معروفات امام راقیب)

خداوند عالم کافر مانا "ان کی اکثریت پر ما ری بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے"۔

خداوند عالم نے حضرت آدم کے پیدا کرنے کے بعد ہی فرمادیا تھا کہ "میں حق بات کہتا ہوں۔ میں (اے شیطان) تجھ سے اور تیر میں پیچھے چلنے والوں سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ (سورہ ص۔ آیت۔ نمبر ۸۵)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اس آیت کے اصل مصدق حضرت علیؑ کی ولایت کے منکر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ائمہ اہل بیتؑ کی ولایت (حکومت) کا انکار کیا وہ کبھی عقیدہ، ولایت کو نہ مانیں گے جس کا آخری نتیجہ یہ ہو گا کہ:

"ہم نے ان کی گردنوی میں طوق ڈال دیئے ہیں جو ان کی ٹھٹھیوں تک پہنچ ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ سراٹھائے چل رہے ہیں۔ ہم نے ان کے آگے بھی دلیوار کھڑی کر دی ہے اور پیچھے بھی دلیوار کھڑی کر دی ہے اس لئے انہیں اب۔

کچھ دلھائی، سمجھائی نہیں دیتا۔“ (قرآن) (اصول کافی)

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ”اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کفار ہدایت کی روشنی کو دیکھ سمجھنہ سکیں گے۔ اس لئے وہ حق کو بھی سمجھ سکیں گے۔ آخر کار ان کے اعمال میں ہدایت نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔“ (اصول کافی)۔

جب رسول خداؐ کو قتل کرنے کے لئے مکہ والوں نے گھیرا کیا تھا تو آپؐ نے یہ ہی آیت پڑھی (جس کے نتیجے میں کوئی آپؐ کو دیکھنہ نہ کا)۔

(تفسیر نور الفقیلین)

نوٹ: (اگر کبھی آپ خود کو یا کسی چیز کو چھپانا چاہیں تو یہی آیت پڑھ لیں، دشمن آپ کو اس چیز کو دیکھنے سکے گا جبکہ آپ چھپانا چاہتے ہیں۔)

یہ آیت ان لوگوں کے لئے ہے جو حق بابت سننا، سمجھنا چاہتے ہی نہیں۔ جنہیں حق طلب نہیں ہوتی۔ وہ خود کو ہر حال میں بالکل صحیح سمجھتے ہیں۔ اس لئے کسی محتوق بات کو سننا تک گوار نہیں کرتے۔ اس کی سزا اخدا کی طرف سے یہ ملتی نہیں کہ ان کے آگے چیچپے دیوار کھڑی کر دی جاتی ہے۔ یعنی مان سے بوچنے، سمجھنے کی صلاحیت ہی چھین لی جاتی ہے جس کے نتیجے میں پھر وہ کچھ نہیں سمجھ سکتے۔

یہ سزا ہے ناشکری اور حق کو نہ سننے کی۔ (حسن رضوی)

آیت نمبر ۱۱۔ ذکر سے مراد حضرت علیؓ کی معرفت بھی ہے (اصول کافی) آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ رسولؐ کی تبلیغ صرف اسی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے جو خدا کو بغیر دیکھے ڈرتا ہوا اور عملاً حضرت علیؓ کی پیروی کرنے والا ہو۔

(تفسیر نور الفقیلین)

وَسَوْأَءُ عَلَيْهِمْ عَانِذُرُتُهُمْ (۱۰) اب اُن کے لیے برابر ہے چاہے
أَمْ لَمْ تُنذِرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۱۱) آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں
یہ مانیں گے نہیں۔

إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ (۱۱) (کیوں کہ، آپ تو س صراحتی
وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ؟ شخص کو ڈرایا (سمجا) سکتے ہیں
فَبَشِّرُهُ بِمَغْفِرَةٍ وَآجْرٍ جو نصیحت اور یاد دہانی کا اثر کے
اوْنَصِيحَتْ كَيْ پِيرَويَ كَرْنَے پَر تَسْيَارَ گریم (۱۱)

ہو، اور آن دیکھئے خدا نے رحمان (کی نا افضلی) سے ڈرے جو سب کو
فیض ارز فائز پہنچانے والا ہے۔ ایسے شخص کو گناہوں سے معافی خدا کی
ڈھانپ لینے والی رحمت اور باعزت اجر و ثواب کی خوشخبری سنا دیجیے۔

آیت کے اولین مصدق حضرت علیؓ ہیں [خداوند عالم کا یہ ارشاد کہ: جو نصیحت کی
پیروی کرنے پر تیار ہو۔] اس مسئلے نیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ان الانما
کے اولین مصدق حضرت علیؓ ابن ابی طالبؑ کی ذات ہے: *

(تفہ ماقہ ص ۲۱۳ جواہ کافی)

* اس لیے کہ حضرت امام علیؓ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام ہی وہ واحد شخص ہیں کہ جنہوں نے فرمایا کہ:
”جب پہلے پہل جناب رسول خدا صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ پر غارہ رامیں وہی اتر رہی تھی تو: اُردی
نُورُ الرَّحْمٰنِ وَأَشْكَرُ رِيْحَمِ اللّٰهِ“ (میں نور و حی کو دیکھ رہا تھا) اور اللہ کی

خوشبو کو سونگھرنا تھا۔
..... (نیج البلا منہ)

* اس طرح جب پہلے پہل جناب رسول خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعوتِ ذو العشرہ میں اسلام کا پیغام علی الاملان ارشاد فرمایا تو شفقت مود پر صرف حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: "آنایا ز رسول اللہ" رائے اللہ کے رسول! میں آپ کی مد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس پر جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا: "اے علی! تم میرے ذیر ہو، خلیفہ ہو، وصی ہو، اور میرے چانشیں ہو۔"

(بیہقی ابن مہمam، تاریخ بصری)

* اس سے ثابت ہوا کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نصیحت پر آنحضرت مکی پیروی کے اسلام کرنے والے حضرت امام علی علیہ السلام تھے۔

* اس لیے اس آیت کے ان الفاظ "مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ" کے سب سے زیادہ اور اولین مستحق حضرت امام علی علیہ السلام ہی۔ (مؤذن)

* "ذکر" کے معنی (۱) نصیحت (۲) قرآن مجید کو جسمی ذکر فرمایا گیا ہے۔ یعنی "وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ" ہم نے تمہاری طرف قرآن نازل کیا تاکہ تم لوگوں کو احکام مات صاف بیان کر دو۔ (سعدۃ الغل ۱۲۳ پاہ ۱۴)

* نتیجہ یہ نکلا کہ نصیحت یعنی قرآن کی پیروی کا تبیخ معرفت یعنی خدا کی معافیاں، اجر کرم۔ یعنی عزت والا عظیم روابطے۔ اور نصیحت پڑل تکی کر لے جو غلطی سزا درتا ہے یا غلطی سے تاثر ہوتا ہے۔

إِنَّا هُنَّ نَجِيٌ الْمُؤْتَمِ (۱۲) (کیوں) ہم نقیتی طور پر مردوں کو **وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا** زندہ کرنے والے ہیں۔ اور ہم لکھتے **وَإِنَّا هُمْ وَكُلُّ شَيْءٍ** جاتے ہیں اُسے جو وہ کر جائے پیں اور **أَحَصَيْنَا فِي إِمَامٍ** جسی جوان کے اعمال کے اثرات ہیں۔

مُبِينٌ ۱۲

مزید یہ کہ ہم نے ہر چیز کا احاطہ
روشن مرتبے والے امام (میں) میں بھی کر دیا۔

* خدا کا فیرمانا کہ "ہم لکھتے جاتے ہیں اُسے جو وہ کچکے ہیں، اور وہ بھی جو ان کے اعمال کے اثرات ہیں۔"

اس سے مراد وہ اعمال ہیں جن کے اثرات اور نشانات اُن کے مرنس کے بعد بھی باقی رہ جاتے ہیں۔ جیسے کسی نے کسی کو عسلم سکھایا، یا کسی نے ظالم و جور کی بنیاد پر ایک شخص اپنے بھی کی سنت میں تبدیلی کر دی، حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا (ان کاموں کا اثر درود سے پرسیل پڑتا رہا۔ اُن کو بھی اللہ لکھتا جاتا ہے۔) (تفیر صافی ص ۲۲۱)

* ای المُرْسَلُون حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "امام مبین" یعنی رُؤسُن مرتبے والے امام سے مراد خدا کی قسم، میں ہوں کیوں کہ میں ہی حق اور باللہ کو الگ کرنا بخواہد صفات مات بیان کرنا ہوں، اور میں نے یہ عینہ جناب رسول خدا مسے درستے میں پایا ہے۔ * (تفیر صافی ص ۲۲۱، تفسیر قمی)

* جناب رسول خدا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "کوئی عسلم ایسا نہیں ہے کہ جو یہ پالنے والے مالک نے مجھے سلیمان فرمایا ہو اور میر نے اُس عسلم کو عمل کی ذات میں احصار نہ کر دیا ہو۔" (احتجاج فبری)

* فرزین رسول خدام حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ:
"جب یہ آیت اُتری تو حضرت ابو جہر اور عمر اپنی مگد پر کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے:
یا رسول اللہ! کیا امام مبین تورۃ ہے؟" جناب رسول خدام نے فرمایا: "نہیں"

"عرض کیا: کیا انجیل ہے؟" فرمایا: "نہیں"
عرض کیا: "کیا امام مبین سے مراد قرآن ہے؟" فرمایا: "نہیں"

اسی دوران جناب ای المُرْسَلُون علت شریعت لے آئے تو جناب رسول اکرم نے فرمایا: یہ وہ

امام مسین ہے جس میں اللہ نے ہر شے کے عالم کا احصار فرمایا ہے۔“
 (تفیر البریان ص ۸۸۲، حاتم الرسائل ص ۱۷۴، امتاج طبری
 تفسیر افراجمخت)

* حضرت ابوذر سے مردی ہے کہ ایک تربیت میں جنابِ الرحمن ﷺ کے ہمراہ شرکِ مفتتا جب وادیٰ نمل یعنی چیزوں کی وادی سے ہمارا گز رہا تو چیزوں کا ایک سیلاپ روائی میں نہ دیکھا میں منتظر کیمکر کر جیران و شستر سو اور اچانک کھڑک بکر زبان پر جاہی کر کے میں نے کہا جلیل ہے وہ ذات جوانی کی تعداد کھانا تھے۔ جنابِ الرحمن نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے ابوذر! ایسی بات مت کہو، بلکہ یہ کہو جلیل ہے وہ ذات جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی قسم ان کی تعداد بلکہ ان کے نزو و مادہ کو میں بھی جانتا ہوں۔

﴿وَ (تفیر الواجت)

"مَافَدَ مُؤَا" یعنی جو کام اُسے پیدا ہیجھے "ان الفاظ سے مراد وہ کام ہیں جو انہاں نے انجام دیے۔ اور "أَثَارَهُمْ" : یعنی ان کے اثرات "سے مراد وہ اثرات ہیں جو معاشرے پر مرتباً ہوئے۔ مثلاً: اگر کسی نے کوئی ایسا درستہ، ہسپتال وغیرہ قائم کیا کہ جس سے لوگوں نے اُس کے مرنسے کے بعد بھی فائدہ حاصل کیا تو یہ قائم کرنے والے کا اثر کپلانے گا

..... (تفسیر نور)

* بعض مفسرین کے نزدیک "امام مسین" سے یہاں مراد انسان کا نامہ اعمال ہے۔ قرآن ہے کہ: مجرم لوگ جب اپنا نامہ اعمال دیکھیں گے تو کہیں گے: "يَوَلِتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَبِ لَا يُعَادِرُ صَغِيرَةً وَ لَا كَبِيرَةً إِلَّا أَخْضُسَهَا" (سرہ الحکم آیت ۱۹ پارہ)

یعنی: "ما نے افسوس ہم پر، یہ کسی کتاب ہے کہ جس نے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ لکھے بغیر حصر ڈالا ہی نہیں"

* فرزند رسول خداوند حضرت امام جعفر مادق ﷺ سے روایت ہے کہ جناب رسول قدام ایک ایسے علاقے سے گزرے جہاں کوئی درخت یا جھاڑی وغیرہ نہ تھی۔ آنحضرت نے وہاں سواری سے اُزکر اپنے اصحاب کام سے فرمایا: "ایندھن کے لیے لکڑیاں جمع کرو" اصحاب نے عرض کی: یا رسول اللہ؟ یہ تو بالکل خشک جگہ ہے یہاں دور دور تک درخت وغیرہ کا نام و نشان تک نہیں ہے، یہاں ایندھن نہیں بلکہ

آنحضرت نے فرمایا: "جاؤ اور جو کچھ بھی مل سکے لئے آؤ۔" اصحاب نے دُرُد صوب کی اور کچھی دریکے بعد لکڑیوں کا دھیر جمع ہوگی۔ جب اُسیں اگلے لگانے کی توجہ سے ڈرے شعلے بھر کنے لگے۔ آنحضرت مسیح نے فرمایا: "بس اسی طرح قیامت کے دن چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی لا حاضر کیا جائے گا۔ لہذا تم چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچئے ڈرتے رہو، اسی لغادا ان کو بھی جمع کر کے حساب لینے والا، جو ان کو لکھتا ہمارا ہے۔ اور خدا نے ہر چیز کو کھلی کتاب (کتاب میں) میں جمع کر دیا ہے۔" نہیں آپ نے فرمایا کہ: "مسجد کی طرف تھمارے جانے اور آنے کے قدم بھی تھمارے آثار میں جو کھلانا اُن اعمال میں لکھے جاتے ہیں۔" (تفسیر طرسی، ترقی، مسلم، تفسیر کسری، درج العان)

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ: "کبھی کسی گناہ کو معمولی نہ سمجھو۔ کیونکہ ہر چھوٹے ڈرے گناہ کو خدا لکھ رہا ہے۔" اللہ نے خود فرمایا ہے: "جو کچھ انہوں نے بھیجا (کام کئے) اور ان کے کاموں کے تمام آثار و متاثر کو ہم لکھ رہے ہیں۔ اور ہر چیز کو ہم نے روشن امام میں جمع کر دیا ہے۔" (تفسیر نور الثقلین)

"آثارہم" ہم اعمال کے اثرات کو بھی لکھ رہے ہیں اس میں وہ قدم بھی شامل ہیں جو انسان مسجد کی طرف (یا کسی نیک کام کے لئے) جانے کے لئے اٹھاتا ہے۔ (جناب رسول خدا از تفسیر مجمع البیان)

جناب رسول خدا نے حضرت علیؑ کو آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ: "یا امام میں ہیں۔ ان میں خدا وجد عالم نے ہر چیز کا علم جمع کر دیا ہے۔"

(جناب حضرت امام حسین از کتاب معنی الاخبار)

حضرت علیؑ نے فرمایا: "میں امام میں ہوں۔ میں ہی حق کو باطل سے جدا کرتا ہوں اور میں نے جناب رسول خدا کی ہر صفت، جناب رسول خدا سے میراث میں پائی ہے۔" (تفسیر قمی)

جناب رسول خدا نے فرمایا: "میں جس علم کا عالم ہوں وہ خدا نے امام استقین میں جمع کر دیا ہے۔ میرے پاس جو علم تھا میں نے علیؑ کو تعلیم کر دیا ہے۔"

(اجتیاج طرسی)

وَاضْرِبْ لَهُم مَثَلًا أَصْحَابَ (۱۲) اور ان کے سامنے مثال بیان
 الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا کیجئے اُس خاص سبی و والوں کی کہ
 جب ان کے پاس (ہمارے) بھیجے ہوئے
 الرُّسُلُونَ (۱۳) رسول آئے۔

إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمَا اثْنَيْنِ (۱۴) جب ہم نے ان کی طرف دو
 فَلَذْ بُوْهَا فَعَزَّزَنَا بِثَالِثٍ رسول کو بھیجا تو انھوں نے ان
 فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُرْسَلُونَ (۱۵) دونوں رسولوں کو جھپٹلا دیا تو ہم
 تیرے کو (ان دونوں کی) مد کے لیے بھیج دیا اس ان رسولوں نے
 (ان لوگوں سے) کہا : " ہم تمھاری طرف (ہدایت کے لیے) بھیج گئے ہیں ۔

* وَاضْرِبْ لَهُم مَثَلًا... اخ: جناب رسالت مابہ کو حکم دیا گیا ہے کہ اہل مگر کے
 سامنے اصحاب انطاکیہ (انطاکیہ کے باشندوں) کی مثال بیان کرو تو ان کے انعام سے یہ لوگ
 عبرت و نصیحت حاصل کریں۔ * تغیریج البیان میں دو قسم کی روایات اہل انطاکیہ کے بارے میں ملتی ہیں
 ایک روایت ہے کہ حضرت عیینؑ نے اپنے حوالیوں میں دو کو انطاکیہ بھیجا۔ جب وہ دونوں حواری انطاکیہ سنتی
 کے قریب پہنچے تو ان کی ملاقات ایک ضعیف العرش شخص سے ہوئی جو دنیا ان عمارتاں اور جیب نجار کے
 نام سے مشہور تھا۔ اسی شخص کو مولیٰ آں یاسین کے لقب پکارا اور یاد کیا جاتا ہے۔ غرض کہ
 جیب نجار نے ان دونوں سے احوال پرسی کی۔ انھوں نے بتایا کہ ہم حضرت عیینؑ کی جانب سے
 انطاکیہ سنتی والوں کی ہدایت کے لیے بھیج گئے تھے اسکے لیے لوگ بت پرستی کو چھوڑ کر خدا پرست بن جائیں۔
 جیب نجار نے ان سے مجرزے یا کرامت کا مطالبا کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم اشرک کے حکم

سے بیماروں کو (بغیرِ دلکھ) شفاء، نابیناوں کو بینائی اور مبرد میں کوتندستی دے سکتے ہیں۔ جبیب نجارتے کہا کہ آپ لوگ الگ مریض بیمار فرزند کو تندست کر دیں تو آپ کے دعوے کو سمجھا جان کر ایمان لے آؤں گا۔ ان حواریوں نے اُس کے بیمار فرزند پر اپنا سب شفای پھر الودھ مختمند گیا۔ اور جبیب نجارتے ایمان لے آیا۔ یہ خبر اہل انصال کیے اور وہاں کے بادشاہ تک پہنچی۔ بادشاہ نے ان دولوں حواریوں کو بلا کر ان کی احوال پری کی اور وہاں رہنے اور تبلیغ دین کی اجازت دے دی۔ کافی عرصہ کو وہ وہاں مقیم رہے لیکن وہ لوگ ایمان نہ لاتے۔ ایک دن بادشاہ اپنی سواری پر اپنے محل سرے بر لے رہا تو ان دولوں حواریوں نے نعرہ تکریب زندگی اور ذکر خدا زبان پر جاری کیا۔ بادشاہ نے غصے میں اگر ان کو تازیا نہ لگوائے اور قید کر لیا۔

یخبرسن کر حضرت عیسیٰ نے اپنے بلند مرتبہ حواری شمعون الصفار کو ان دولوں کی رہائی اور مدد کے لیے رواز کیا۔ جب شمعون الصفار نے انصال کیے پہنچ کر ایک عرصہ تک نام کیا، رفتہ رفتہ بادشاہ کے مقرب بن کر اُس کے ساتھ رہنے لگے۔ پھر موقع غینت دیکھ کر بادشاہ کی اجازت سے ان دولوں حواریوں کو بلب کیا جو قید کی سختیاں برداشت کر رہے تھے۔ جب وہ دربار میں حاضر ہوئے تو ان کے دین کی حقانیت کے بترتیب میں تمام اہل دربار اور خود بادشاہ کے سامنے اُن سے سمجھنے طلب کئی۔ اخنوں نے دونا بیناوں کو بینا کر دیا، ایک مرد کو بادشاہ کی فرائش پر زندہ کر دیا جس نے زندہ ہو کر ان دولوں حواریوں کی حقانیت کی گواہی بھی دی لیکن بادشاہ اور تمام رعایا اپنے کفر پر ڈالنے رہے اور رسولوں کے قتل کا افسوسہ بنایا اپنے وعدہ غلامیں گرفتار ہے۔ آیت

فَالْوَالِوَا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ (۱۵) اس پرستی والوں کیا: ”تم کچھ نہیں، مگر
مُثُلُّنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ“ مگر ہم ہی جیسے چند بشر انسان، اور
مِنْ شَيْءٍ لَا إِنْ، أَنْتُمْ إِلَّا خداتے رحمن نے کوئی چیز تم پر نہیں
تَكُذِّبُونَ ⑯“ اُماری ہے تم تو صر جھوٹ بولتے ہو۔“

**قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا (۱۶) رَسُولُنَا نَے کہا: "ہمارا پانے والا
إِلَيْكُمْ لِمُرْسَلُونَ ⑯** مالک خوب جانتا ہے کہ ہم ضرور
تمہاری طرف خدا کے رسول بنائ کر
بھیجے گئے ہیں۔

* معلوم ہوتا ہے کہ بشریت اور رسالت کے درمیان کافر لاگ پہلے ہی سے منافات کے قائل تھے
اُن کے ذمہ دشیں یہ بات کرانی بھی تھی کہ رسول ربِ ہو گا جو بشرت ہو۔ اسی بنا پر جب علیؑ کوئی رسول خدا کو
جانب سے مامور سوکر تبلیغ دین خدا کے لیے آتا تو قوم کے واعظ، مقرر، عوام انسان کو گمراہی پر برقرار
رکھنے کے لیے پروپیگنڈہ کیا کرتے تھے کہ یہ قوم جیسا بشر ہے یہ رسول کیسے ہو سکتا ہے۔
چنانچہ اُنہاں کی طرف جانے والے رسولوں کو بھی پہلی وغیرہی جواب دیا گیا کہ تم تو ہماری طرح کے بشر ہو
تم رسالت کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہو۔ اور سیدہ آج تک جا ری ہے۔ * (تفہیم الابنت)

وَمَا عَلِيَّنَا إِلَّا الْبُلْغُ (۱۷)، اور ہم پر صرف صاف صاف خدا کا
الْمُبِينُ ⑯ پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی اور ذمہ
داری نہیں ہے۔

قَالُوا إِنَّا طَيِّرُنَا بِكُفْرٍ (۱۸) بستی والوں نے کہا: ہم تو تمہیں اپنے لیے
لَيْلَنْ لَمْ تَنْتَهُ الْفَرْجُ جَنَّلَمْ خودست سمجھتے ہیں، اگر تم بازنہ آمدگے
وَلَيَمْسَكُوكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ تو ہم تمہیں پھر مار مار کر زخمی کر دیں گے
اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف
أَلِيمٌ ⑯ دینے والی سڑاک لے گی۔

- * جب کفار انہا کی نے دیکھا کہ رسول کی میلیوں کا ہمارے پاس کوئی جای ہے، تو کہنے لگے کہم ہمارے لیے بُری فال (خوبست) لے کر رہے ہو، کہم ہم تم لوگوں نے ہمارے آبائی دن سے بُری خوبی کر رہیا اور یہ مصیبت تھا ہی وہ جسم پر آئی ہے لہذا اس کا تامغہ مجید دیکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب ہم تم پر تحریر ساز ہیں۔
- * جب مکاروں والوں نے ابیا کا مسئلہ (نکار کیا تو ان کے کفر کی وجہ سے ان پر قحط فراہم کیا۔ اس بات پر انھوں نے ابیا کرام پر بُری خوبی کا کہ تھا ہی وہ جسم پر قحط آیا ہے تم ہم اسے لیے خوبست لے کر رہے ہو۔ تم پس پہلے ہم آرام و سکون کی زندگی بس کر رہے تھے اگر تم اپنی نصیحتوں کو بذریعہ کر دے تو ہم تھیں تھم بار بار کر بلکہ کوئی نہیں۔ (بیان اسلام مشاہد)

قَالُوا طَآئِرُكُمْ مَعَكُمْ (۱۹) رَسُولُوْنَ نَجَّابَ دِيَا: تھاری
أَئِنْ ذِكْرُتُمْ بِأَنْدَمْ . خوبست تو خود تھارے اپنے ساتھ
رَتَحَالَ كَرْتَوْتَ كَوْجَهَ (گلی ہوتی ہے)
قَوْمٌ مُسْرِفُوْنَ (۲۰)

جب تم کو نصیحت کی جاتی ہے (تو تم کو بُری لگتی ہے) دراصل تم سے گزر چکے ہو۔

قال بدینتا

انسان کو جب بھی یہ خیال ہوا کہ کوئی فال بُری ہوئی ہے (مشاباً میں ہتھیلی پر کھجلی ہوئی ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ مالی نقصان ہو گا) جب انسان کو بُری فال محسوس ہوتا خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا کام کرے اور بُری فال کی کوئی پرواہ نہ کرے (حضرت علی از کتاب الخصال)

(نوث اپے موقع پر حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر پڑھے کیونکہ قرآن میں خدا نے فرمایا ہے کہ جو یہ آیت پڑھتے ہیں یعنی خدا پر بھروسہ کرتے ہیں لم یمسسہم سوء ان کو کوئی تکلیف نہیں چھوٹی) (قرآن) نیز قرآن میں فرمایا "جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے پھر خدا خود اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے"۔ (قرآن) جب خدا خود کافی ہو جائے تو بری فال کیا بگاڑ سکتی ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا اگر انسان کو تکبر ہونے لگے تو نکروں کے ساتھ کھانا کھائے اور اگر انسان کے دل میں کوئی تمباہ ہو تو خدا سے مانگے اور ساتھ کھانہ کا دل دل پر قدم ن رکھے۔ (کتاب الخصال)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "جو بری فال کو کم اہمیت دیگا اس پر اثر کم ہوگا۔ جوزیاہ اہمیت دیگا اس پر اثر زیادہ ہوگا۔ اگر فال بد کو اہمیت ہی نہ دے گا تو کچھ بی اثر نہ ہوگا۔ (روضۃ الکافی)

بری فال کا کفارہ خدا پر بھروسہ کرنا ہے۔ (جناب رسول خدا) اگر بری فال سے دل پر اثر ہوتا کہ: اعتصمت بک یا رب من شرّ ما ابدی فی نفسي فاعصمنی من ذالک خدا نے چاہا تو ہر خطرے سے نجیب جائیگا۔ (حضرت امام موسیٰ کاظمؑ از من لا یحضره الفقيه)

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ (۲۰) اتنے میں شہر کے دور ترین کنارے رَجُلٌ يَسْعَىٰ فَالْيَقُومَ سے ایک شخص دور تا ہوا آیا اور کہنے لگا: اے میری قوم والو! اِنَّ رُولِ اتَّبَعُوا الْمُرْسَلِينَ ۝ کی پیروی اختیار کرلو (بات مان لو)

اس رُجل کا نام جبیب نجات تھا

مفترین کہتے ہیں کہ اُس (رَجُل) مردِ صالح کا نام جبیب نجات تھا۔ وہ شہر کے پربے کنارہ پر عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ کبھی ملال سے محنت کی روزی کا تابع نظری صلاحیت اور حق دوستی کی وجہ سے چُپ درہ سکا۔ مسلمان کے خلاف بغاوت کی خبر سن کر دوڑتا بھاگتا، انبیاء کو بچانے کے لیے آیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان انبیاء کرام کی آواز شہر کے دودھدار حقول تک پہنچی چکی۔

ایک جان بکفت مجاہد

اس آنے والے مجاہد کا ہم جبیب نجات بیان کیا گیا۔ یہ انسان عقلمند انسان تھا کہ فرزاں دونوں مسلمین کی سچائی کو سمجھ گیا۔ جب اُسے خبر ملی کہ وسط شہر میں شہر کے لوگ انبیاء کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو اُس نے ایسے موقع پر خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ لہذا تیزی سے دوڑتا ہوا انبیاء کی حیات اور قوم کی فہاشش کے لیے آپنیا۔

قرآن نے اُس کے لیے لفظ "رُجُل" "استعمال کیا ہے جس کے معنی "بہادر" کے بھی ہوتے ہیں اور "آدمی" کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ "رُجُل" سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آدمی کوئی دولت مند یا سردار نہ تھا۔ مگر اُس کا ایمان انسان سچا تھا کہ لوگوں کی مخالفت کی قطعاً پروارہ منکری اور میدانِ جہاد میں پورے شہر کے لوگوں کے مقابلے میں اگر ڈٹ گیا۔ اور ان لوگوں کو اے میری قوم والو! "کہ کر سمجھایا۔ اُس نے انبیاء کی صداقت پر سب سے پہلی دلیل یہی کہ وہ بے عرض لوگ ہیں، تم سے کوئی اجرت نہیں مانگ رہے ہیں، نہ تم سے مال، عزت یا کوئی عہدہ مانگ رہے ہیں۔

दوسرا بات اُس نے یہ کہ وہ انبیاء خدا کی طرف سے بہیت یافتہ ہیں۔ ان کی باتی حق اور درست ہیں اور عقل و ذہرت کے عین طلاق ہیں۔ چھ اُس نے توحید کو ثابت کیا اور کہا کہ:

”رَمَالْ— لَا أَعْبُدُ الَّذِي قَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔“ (سورة بیت آیت)

یعنی دار ریسے پاس کیا دلیل ہے کہ میں اُس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم کو اُس کی طرف پہنچا۔

..... (تعمیر غمہ)

* پھر اُس قوم کے بدمعاشوں نے اُس پر تھپر بر سائے اور اُس کے جسم کو لپنے تھے رونمذ الاید (تبریزی ابیان، تفسیر کریم رضا)۔ * تفسیر الراضوی (رازی)۔

۵ یہ غازی یہ تیرے پر اسلام بندے جنہیں تو نے بخت اسے ذوقِ خدائی دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عبیٰ چیز ہے لذت آشنائی ۶ (اقبال)

حبیب نجار موسمن آل یاسین

موسمن آل یاسین نے انبیاء کرام کی دو خوبیاں بیان کی ہیں جن کی وجہ سے ان کو ماننا چاہئے (۱) انبیاء تم سے اجرت طلب نہیں کرتے (یعنی ان کو ماننے سے خود ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا)

دوسری خوبی یہ ہے کہ ”وہ خدا سے ہدایت پائے ہوئے ہیں“۔

معلوم ہوا جس شخص میں یہ دو خوبیاں ہوں ان کی اطاعت کرنی چاہئے۔

(تفسیر نور الشقلین)

(اس لئے وہ علماء اور ذاکرین جو اجرت طلب کر کے دینی خدمات انجام دیتے ہیں لا ائمہ اطاعت نہیں)

جناب رسول خدا نے فرمایا ”صدیق تین ہیں

(۱) حبیب نجار موسمن آل یاسین جس نے قوم کو انبیاء کی پیروی کرنے کی دعوت دی۔

(۲) حزقیل موسمن آل فرعون

(۳) حضرت علیؑ جو سب سے افضل صدیق ہیں۔ (امالی شیخ صدق)

ولی حق وصی مصطفیٰ دریائے فیضانی

امام دو جہانی حاصل دین و ایمانی

اَتِّبِعُوا مَنْ لَا يَسْلِكُمْ (۲۱) اُن کی پیروی کر و جو تم سے کوئی
اَجْرًا وَ هُمْ مُهْتَدُونَ ②۱ اجر یا معاوضہ تک نہیں مانگتے اور
وہ (خدا کی طرف سے) ہدایت کے راستے پر بھی ہیں۔ (یعنی ہدایت یافتہ ہیں)

(معلوم ہوا کہ نبوت کی سب سے بڑی دلیل (۱) قول عمل کی سچائی اور معقولیت اور پاکیزگی ہوتی ہے (۲) بے غرض ہونا (۳) اور خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ اور تعلیم یافتہ ہونا ہوتا ہے۔ اس لیے انبیاء کے جانشین امام بھی وہی ہو سکتے ہیں جن میں یہ تینوں خصوصیات موجود ہوں۔)

اُجرِ رسالت کامسٹلہ

یا رابر بابان ہو جکی ہے کہ وہ تسلیخ دین اور اصلاح امت پر کسی قسم کا کرنی مادی یا ذہنی یا اُفری ساخت اُمت سے نہیں مانگتے، بلکہ وہ فراتے رہے ہیں کہ ما راجر تو بس اللہ کے پاس ہے۔

یکنہ مارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آل پاک کی مودت اجرا کے طور پر اتنا گنجی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انھماری دینیہ کے بزرگوں نے خود اجرہ سات دینے کی فرمائش کی تو انحضرت مسیح نے ان کے اس سوال اور فرمائش پر سکوت ادا فرمائی اختیار فرمائی اور وحی ربانی کا انتظار فرمایا۔ کبھی کہ رسول وحی کے علاوہ خود اپنی طرف ہے کوئی کلام نہیں کرتے۔ جیسا کہ قرآن حکیم نے فرمایا کہ:

"وَمَا يَنْطِقُ عَرْلَهُوْيٌ هَذِهِ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ مُّبَوْحٌ هَذِهِ" (سورة العنكبوت آية ٢٣-٢٤) (بخارى)

یعنی: اور وہ (رسول اللہ ﷺ) تو اپنی خواہشِ نفس سے بولتے ہی نہیں، بلکہ جو کچھ وہ بولتے ہیں وہ تو

مرن وحی ربانی ہوتی ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے۔“

چنانچہ اللہ نے وحی نازل فرمائی کہ : « قُلْ لَا إِسْلَامُ عَلَيْهِ أَجْرٌ إِلَّا الْمُوَدَّةُ فِي
الْقُرْبَىٰ ۚ وَمَنْ يَقْسِرُ حَسَنَةً تَرِذُلَةً فِيهَا حُسْنًا ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
شَكُورٌ ۝ (سرہ الشوری آیت ۲۰ پارہ ۵)

یعنی : (لے رسول ! آپ ان سے) فرمادیجیے کہ میں تم سے اس (تبیخ ذات) کا کوئی اجر مدد
نہیں مانگتا، سواتے قربی (قرابت و روند) کی محبت کے۔ اور جس کسی نے بھی رینہ کی میں حال
کرلی، ہم اُس کی اس شبیکی میں اُس کے لیے اور افاف و زیادتی کر دیں گے۔
یقیناً اللہ رکن اہوں کا بخششہ والا اور تمہاری اس شبیکی کی قدر کرنے والا شکر گذاشت ہے۔
معلوم ہوا کہ آخرت نے اجر رسالت اولان (۱) اللہ کے حکم سے مانگا۔ اسی لیے آیت قُل
سے شروع ہوتی ہے۔

(۲۲) دوسرے یہ کہ خود خداوند عالم نے قرآن میں اس کے بارے میں بھی وفاہت فرمادی کہ:
” قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ إِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ” (سرہ سبا آیت ۲ پ)
کہدیجیے کہ میں نے جو کچھ تم سے لبڑا جر کے طلب کیا ہے وہ بھی تمہاری بھلانی کے لیے ہے۔
گویا جس طرح تبیخ رسالت حضور اکرمؐؐ کی طرف سے امت پر اکی عظیم احکام تھا، کہ گراہی سے نکال کر
پاٹت کی راہ پر لگاؤ جہنم سے نکال کر جتنیں داخل کر دیا۔
اسی طرح جس چیز کو رسالت کا اجر فرمادیا وہ بھی امت کی بھلانی کی خاطر تھا۔ چنانچہ یہ دوسرا احکام
کیوں کہ اس طرح سے امت کے لیے تاثیات گراہی سے بچنے کی خاتمات دی گئی ہے۔ جیسا کہ
حدیث ثقلین میں اس کی صراحت موجود ہے۔ کہ اگر تم نے آل محمدؐؐ کی پیروی قلبی محبت سے کی تو
تم گراہی سے بچے رہو گے۔ اعلیٰ مجھے آلِ محمدؐؐ کی احکامت کرنا اور پریزی کرنا مزید اسلام اور دوچیزے
بن جائے گا، احکام خداوندی کی ملی تعییں کرنے میں ناگواری کا عنصر ختم ہو جائے گا اور پر افت
میں یہی آلِ محمدؐؐ کی محبت اُن کی شفاعت کا سبب بن جائے گی۔ ۔۔۔ (مؤلف)

امام شافعی نے فرمایا: "لَوْ كَانَ حُبُّ أَلِّ مُحَمَّدٍ رِّفْضًا
فَلَيَشْهَدَا التَّقْلِيْنِ إِلَّا فَرِّعَّا

یعنی: اگر آل محمد کی محبت رفض (حق سے پھر جانا) ہے تو حامی زین دامان دنیا د آخرت
گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔" *
* ... (امام شافعی، تفسیر کعبہ الامام رازی)

۔ کفن میں ہے مرے کربل کی میت * مسافر بے سرو سامان نہیں ہے۔

جیبِ نجgar مومنِ آل لیس

تفسیر حافظی میں قمی سے منقول ہے کہ جیبِ نجgar حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لا چکے حالاں کریمہ آپ کے زمانہ بیعت سے چھٹاں پہلے کا واقعہ ہے۔
بعض روایات میں ہے کہ یہ خفیہ طور پر ایک غاریں عبادت کیا کرتے تھے جب انطاکیہ میں رسول اللہ کی آمد پڑیں
ہوئے تو حافظ خدمت ہو کر مشترن باسلام ہوئے جاہد رہالت آبے سے منقول ہے کہ: مددیق کل تین ہیں:
۱) مومنِ آل لیس جیبِ نجgar (۲) حمزہ بن عزیل، مومنِ آل فرعون (۳) ملی ابی طالب اور علیؑ
إن دونوں سے افضل ہیں۔ ایک روایت میں آئیہ زین فرعون ہی، اور حمزہ بن عزیل کا نام نہیں ہے۔
* ... (تفسیر الفتاوا الحبیفت - بخطیت میاس)

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ (۲۲) آگر مجھے کیا ہو گیا ہے
الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ كہ میں اُس ذات کی بندگی
تُرْجَعُونَ (۲۲) نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا

اور سپر تم سب کو اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

(خالق کی بندگی فطرت کا تقاضا ہے، اور جس کے پاس پلٹ کر جانا ہے،

اُس کی بندگی عقل کا تقاضا ہے)

* یہ آیت اصل ہیں حبیب نجار کا قول ہے جو دو انبیاء کرامؐ کی مدد کرنے کے لیے شہر کے ایک ناٹ سے دور ہوتے آئے تھے، وہ لوگوں کو یہ سمجھا رہے تھے کہ حق کا پیغام پہنچانے والوں کو قتل نہ کرو، بلکہ ان کی بات مان لو۔

* (تفصیر صحیح البیان)

حاصل کلام | حبیب نجار شہید کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ جب ہم سب کا پالنے والا یک ہے، ہمارا خالق، مالک و رازق ایک ہے، وہی ہمارا مبداء بھی ہے اور اسی کی طرف ہم کو لوٹنا بھی ہے، تو یہ جو اس کی بندگی غلامی، اطاعت ہماری فطرت اور عقل سیم کا عین تقاضا ہوگی۔

(تفصیر بکیر)

* جناب رسول خدا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا (اویس محنی ہیں) صدقیں کل میں ہیں :

- (۱) مومنِ آلِ یاسین .. (حبیب نجار)
- (۲) مومنِ آلِ فرعون .. (عز قیل) جو فرعون کا وزیر تھا، مگر ترقیت کرتا تھا اپنے ایمان کو بے پوشیدہ رکھتا تھا

(۳) امیر المؤمنین .. . (علیٰ ابنِ ابی طالب) جو ان دونوں سے افضل ہیں۔

نیز فرمایا کہ: یہی میں ایسے افراد میں کہ جنہوں نے پلک جھپکنے کے وقت کے برابری کفر نہ کیا۔

* (تفصیر فردا الشفیعین، الحواس، تفسیر الوارث الجعفر)

دوسری روایت میں مومنِ آلِ فرعون کے بھائے، آسیہ زوجہ فرعون کا نام آیا ہے

..... (تفصیر الوارث الجعفر)

توحید کی حقیقت

(۱) اُس خدا کی غلامی اور عبادت کرنا جس نے ہم سب کو پیدا کیا۔ فطری؟ جس نے مجھے پیدا کیا۔ اس کے اشارہ ہے کہ ہمارے اندر ایک فطری آواز موجود ہے جو ہم پسند کی عبادت یا پرسش کی طرف بلاتی ہے

(۲) غیر خدا کی عبادت نہ کرنا۔ کیونکہ خدا کے علاوہ خدائی کے دعوییاً رہنے خود انہوں کے عذاب سے بچ سکتے ہیں اور رکھی کو بچا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ خود لا جا را اور عاجز مغض ہیں اور جبکہ

حدا قادر مطلق ہے۔ (تفہیم نویس)

آیت کا پیغام | یہ ہے کہ کم از کم اس رات پر خود فکر کرو کہ تم سب کو اگر کار بیرسانے حاضر ہوئے اس لئے تم بیر اختیار دینے کی وجہ سے نسب بھینا کہ ہم نے تمہیں پیدا کر کے ازاد چھوڑ دیا ہے کہ جو چاہو کر لے جو ہو۔ اس وقت کی فکر کرو جب تم سب خدا کے سلسلے کھڑے ہو گئے۔ ۴ (رسیح الاسلام شناذ)

ءَأَتَخْذُ مِنْ دُوْنِهِ دُوْنَةً ۲۲۳ (۲۲۳) تو کیا میں اُسے چھوڑ کر دوسرے
الْهَمَّ إِنِّيْرِدُنِ الرَّحْمَنَ ایسے معبودوں کو اختیار کر لول کہ اگر
بِضَرٍّ لَا تُغْنِ عَنِّيْ خدا کے حسن مجھے کوئی نقصان پہنچانا
شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا چاہے تو نہ تو ان کی سفارش مجھے
كُوئِيْ فَائِدَهُ پہنچائے، اور نہ وہ مجھے
وَخَدَّا حَمَنَ کے عذاب سے، چھڑا سکیں۔

يُنْقِذُونَ ۲۲۴

إِنِّيْ إِذَا لَفُوْ ضَلَلٍ ۲۲۵ (۲۲۵) اگر میں ایسا کروں تو مجھ سے زیادہ
كُلًا هُوَ أَمْرًا، انسان اور کون ہوگا۔

مُبِينٌ ۲۲۶

ملاحظہ فرمائیں کہ (۱) حبیب نجیار نے ہر رات خود اپنی ذات پر رکھ کر فرمائی ہے تاکہ حکم اور امرت کا روایت
 نہ پیدا ہو اور اس طرح کی بات سن کر دوسرے اپنا حساب خود کریں۔ (فعول الملاقب)

(۲) حبیب نجیار نے ہر آنحضرت کیلئے "حُمَنْ" کا لفظ استعمال فرمایا کہ خدا کی ذات کی کیلئے فرضیاں
 نہیں ہوتی، انسان خود اپنی نبی پروپریوٹیوں، غلطیوں، مسکشوں اور جس دشمنی کی وجہ سے تعصبات اٹھاتا ہے
 آیت ۲۲۷: اس سے بڑھ کر کھلی ہوئی گمراہی اور گناہ کیا ہو سکتا ہے کہ انسان صاحبِ عقل ہو کر بے عقل، ایک غریب
 حملوں کی غلامی اور عبادت کرنے لگے اور بس مندرج کو خالی ارتقا دار مطلق کے برپا یا اُس کا شرکی سمجھنے لگے
 (تفہیم نویس)

إِنَّ أَمْنَتُ بِرَبِّكُمْ^(٢٥) مِنْ نَّا تَحَارِبُ لَهُ
فَا سَمَعُونَ^(٢٦) مَالِكَ كُوْدَلِ سَمَانِيَا تَوَابٌ
تَمْبَغِي مِيرِي بَاتِ سَنُو اُورِمَانِ لَوْ.

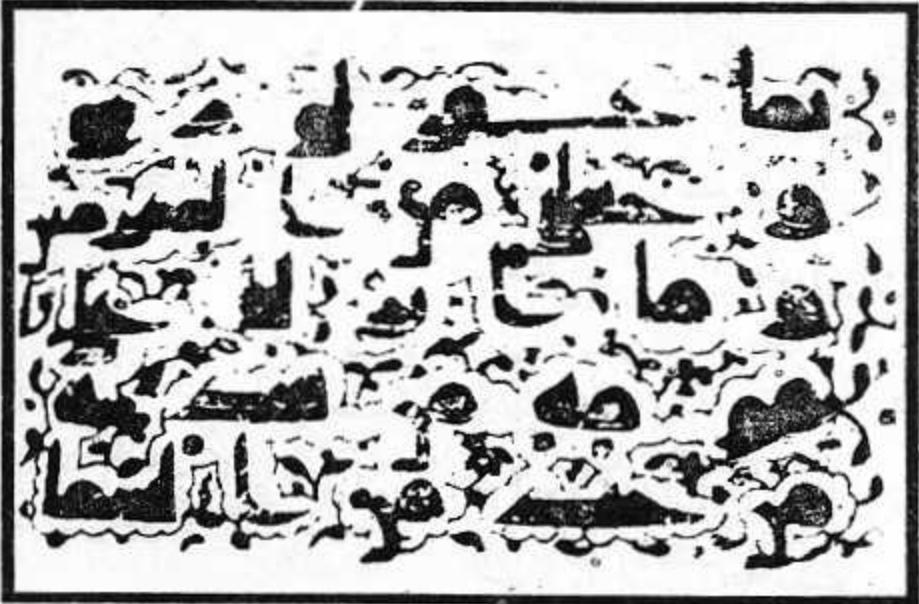
قِيلَ أَذْخُلِ الْجَنَّةَ^(٢٧) (اس پر اس کو لوگوں نے قتل کر دیا۔ تو خدا
قَالَ يَلِيْتَ قُوْهُ يَعْلَمُونَ^(٢٨) کی طرف) اُس شخص سے کہا گیا کہ جنت
میں داخل ہو جاؤ: تو اس نے کہا: کاش
میری قوم والے یہ چان لیتے ہیں

(معافون ہو کر جو شخص دوسروں کی بجائی چاہے، لوگوں کی ہدایت کا کام خلوص سے انجام دے اور
اتیا کی مدد کے اُس کو خدا نے جن کی طرف مخفیت جنت بھت اور عزت حاصل ہوتی ہے۔)
آیت ۲۵ کی تشریع: اُس مرد ہجا ہنے نیابت میں لعنت کی وجہ ساری مجھ کے سامنے اعلان کیا کہ:

لَهُ لَوْگُو: جان لوک میں رسولوں کے پیغام کو دل سے مانا ہوں، تم بھی میری بات پُرسک کر اور ان کو
دل سے مان لو، یکور کہ اسی میں تحریر فائدہ ہے۔ *..... (تفصیر غوثۃ)

آیت ۲۶ کی تشریع: اجنب رسول خدا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: محبب تبار سے یہ بات اُس
وقت کی گئی جب ان کو لوگوں کے قتل کر دیا۔ ان سے خداک طوف سے کہا گیا: پس تم اب
جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ اس یہے کہا گیا کہ اُسون نے جن کی حیات میں جان قربان کر دی۔

یہ دلیے خدا نے ان کو فوراً جنت میں داخل کی اجازت عطا فرائی۔ *..... (تفصیر حافظ مکتب)



کوہ کلابو طالب

ان (آیات نمبر 27-28) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلْتُنِي^(۲۷) كَرِيمًا پا لَنَّ وَالَّهُ مَالِكُ نَّسْكٍ
مِنَ الْمُكَرَّمِينَ^(۲۸) وجَبَّ مجْهَّے معاف کر کے اپنی رحمت

سے ڈسک لیا اور مجھے عزت والے لوگوں میں قرار دے دیا۔

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ^(۲۸) پھر اس کے بعد ہم نے اُس
مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ کی قوم پر نہ تو کوئی شکر آسانے
مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا أُتَارًا اور نہ ہمیں کسی لشکر کے
مُنْزِلِینَ^(۲۹) اُتارنے کی کوئی ضرورت تھی۔

آیت کی تشریع : مطلب یہ ہے کہ بڑے ظالموں سرکوش کو سزا دینے کے لیے خدا کو کسی خاص بھے چورا انتہا کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ بری سے طاقتور کر کر تو ایک دن ایک دن ایک دن پر چھٹک کر اپنی ہو جاتی ہیں جس مرح کو جیب بخار کی بد کار قوم کا فرشتے کی ایک دن نے یہاں ایک تیا پانچا کار کے رکھ دیا اس سب لس ایک دم زدن میں مجھے بُجا کر رہ گئے۔ *... (شیخ الاسلام عثمانی)



کوہ کلابو طال

ان (آیات نمبر 28-29) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً (۲۹) بِسْ أَيْكَ دَهَا كَهْ ہوَ جِنْ سَوْ
وَاجِدَةً فَإِذَا هُمْ سَبْ كَے سَبْ أَيْكَ مِنْ بُجَھِ بُجَھَ كَرْ
رَهْ گَئَ (خُسْ كَمْ جِهَانْ پَاَكَ) حِمْدُونَ (۲۹)

آیت ۲۹ کی تشریح کی ایجاد نام تہارہ مجاهد حبیب نبار کا، جس نے اپنی قوم کو زندگی میں بھی نصیحتی اور شہادت بعد میں نصیحت فرمائی۔ اپنے طالب اکیر کی قوم کا نجام ملاحظہ فرمائیں جس نے حبیب نبار جسے پچھے انسان کو بیداری قتل کیا خدا نے صرف ایک اشارہ میں انطاکیر والوں کا کام تمام کر دیا۔ اب وہ دھماکہ بھلی کی کڑک تھی یا زمین کے زلزلوں سے نفنا اور دھماکہ بہلاتا، یا کوئی اور دلوں کو بچاڑ دینے والی آواز تھی جس نے پوری قوم کو اچانک لے گرفت کر دیا۔ (تفصیر نورۃ)

حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ
نَّا بَعْدَ هُزُمَهُ يَوْمَ
بَا لَا طَارَ بِهِ سَابِقٌ
نَسْبَبَهُ وَنَنْتَلُ
وَوَسَأَكْتَلُ نَالِكَ

کہ کیا و مال

ان (آیات نمبر 30-31) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

يَحْسَرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ ۲۰ ۖ اَتَ اَفْسُ اُنْبَدُوں کے حال پر
مَا يَأْتِيْهِمْ مِنْ رَسُولٍ ۖ کوئی رسول اُنکے پاس نہیں آیا مگر کہ
إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۚ ۲۱ ۖ دُوْس کی خوب خوبی اُڑلتے ہے ہیں
آیت کی تشریح | خداوند عالم کا یہ فرمان فرمایا کہ لشقت کی وجہ سے ہے اور انہی معاذر کے عطا ہے

ورنہ خدا کی ذات ہر قسم کے تاثر یا انفعال سے بلند تر ہے۔ (بعض البیان)

* خداوند عالم کا فرمانا: دلتے ہو اس قوم پر جھوپوں نے خدا کی حرمت کا دروازہ خود پنے اور
بندر لیا، جھوپوں نے اپنی بہایت کے چراغ خود توڑ دالے۔ حسرت "کافل نظ اُس چیز کے غم کے
لیے استعمال ہوتا ہے جو ہمارے ہاتھ سے نکلن جائے۔ (امام راغب)

* لیکن جب یہ لفظ خدا کے بارے میں آتا ہے تو اس کے معنی خدا کے غصے کے ہوتے ہیں۔
+ (تفیر نمونہ)

* اور آیت ۰۱ "عِبَاد" کا لفظ بتاتا ہے کہ قبیلے کو خدا کے بندے ہو کر خدا کی نعمتوں کو کھاپی کر جی خدا کا اذکار کرتے ہیں۔ (تفیر کپیر)

* جب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:
”تم پر اللہ کا کم سے کم حق یہ ہے کہ تم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے اشر کی نافرمانی اور معصیت نہ کرو۔“ (بیان البلاغۃ خطبۃ قصار)

* شہر انطاکیہ حلب سے ایک سو کلومیٹر دور ہے، اور اسکندریہ سے چرف سالہ کلومیٹر ہے۔ یہ شہر مسلمانوں نے حضرت عمر کے زمانے میں فتح کیا تھا۔ عیا یوں کہ تریک یہ شہربست المقدس کے بعد دوسرے نمبر پر مقدس شہر سمجھا جاتا ہے۔ اس شہر میں عیا یوں عظیم عالم برنا باس یہی عیا نیت کی تبلیغ فرمائی تھی جس سے عیا نیت کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔

* حضرت یہی کے بھیجے ہوئے دو اور تیرے شعون الصفا اور حبیب نجرا کا واقعہ جو شہر انطاکیہ میں پیش آیا اُس کا ذکر صفحہ ۲۳۸ء مافت ۱۵۱ پر تحریر کیا جا چکا ہے

اس واقعے کے اسباق و نتائج (۱) مرن کبھی لوگوں کی مخالفت اور اکثریت کے زمانے سے نہیں گھبرا۔ جب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

”ہر ایک کی راہ میں لوگوں کی کمی سے کبھی نہ گھبراؤ۔“ (بیان البلاغۃ خطبۃ ۲۱)

(۲) انبیاء کرام کے تجھ پر کار حقا نیت کے بہترین گواہ ہوتے ہیں۔

(۳) اللہ کی طرف بلا تے وقت لوگوں سے کسی اجر کی توقع نہ کی جائے۔

(۴) انسان کی بدنگتی خود اُس کے بُرے اعمال ہوا کرتے ہیں۔

(۵) بُت پرستی اور شرکِ کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

(۶) سرکشوں کے لیے خدا کو کسی لا اؤٹکر کے جمع کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ خداوند عالم کا ہر فتنہ بہت کافی ہوتا ہے۔

(۷) شبادت اور جنت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔

(۸) خداوند قدوس انسان کو پہلے گناہوں سے پاک فرماتے ہیں، پھر اسے اپنے حوارِ حجت میں جگہ عطا فرماتے ہیں۔

(۹) اس سے بڑھ کر حضرت اور افسوس کی کوئی بات ہوگی کہ انسان ہدایت کے دروازوں کو تعصّب، خبد اور تکبیر کی وجہ سے خود اپنے اور پسند کر لے۔

(تفسیر نہر، تفسیر کبیر، تفہیم)

(۱۰) انبیاء کرام پر شہ سے پہلے غریب (فقار) اور کمزور لوگ ایمان لاتے ہیں، اور دو لئند لوگ سب سے زیادہ انبیاء کرام کے مخالف ہوتے ہیں۔

”آج بھی یہی حال ہے۔“ جناب رسول خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔

”ایمان میں سبقت لے جانے والے صدِّيقین میں ازارد ہیں جنہوں نے کبھی کفر نہیں کیا۔“

(۱) مُرِنْ أَلِ فَرْعَوْنَ (خاتم عزیل) (۲) حَبِيبُ شَجَارٍ (مرین آل یاسین)

(۳) رَأْيِرُ الْمُؤْمِنِينَ (علی ابن ابی طالب)۔ (تفسیر مجتبی البیان، تفسیر قرطہی، تفسیر البرزان

تفسیر ذور الثقلین)

”مَنْ تَنْزِيرُهُ مَا：“ اور ان میں عَلَی ابْنِ ابْنِ طَالِبٍ سب سے افضل ہیں۔“

..... (تفسیر البرزان جلد ۱، تفسیر در منثور)

وَلَمْ يَرْجِعُوا
كُلُّهُمْ لَا يَنْعَمُونَ
وَلَمْ يَرْجِعُوا
كُلُّهُمْ لَا يَنْعَمُونَ
وَلَمْ يَرْجِعُوا
كُلُّهُمْ لَا يَنْعَمُونَ

کوہ کلاؤ طال

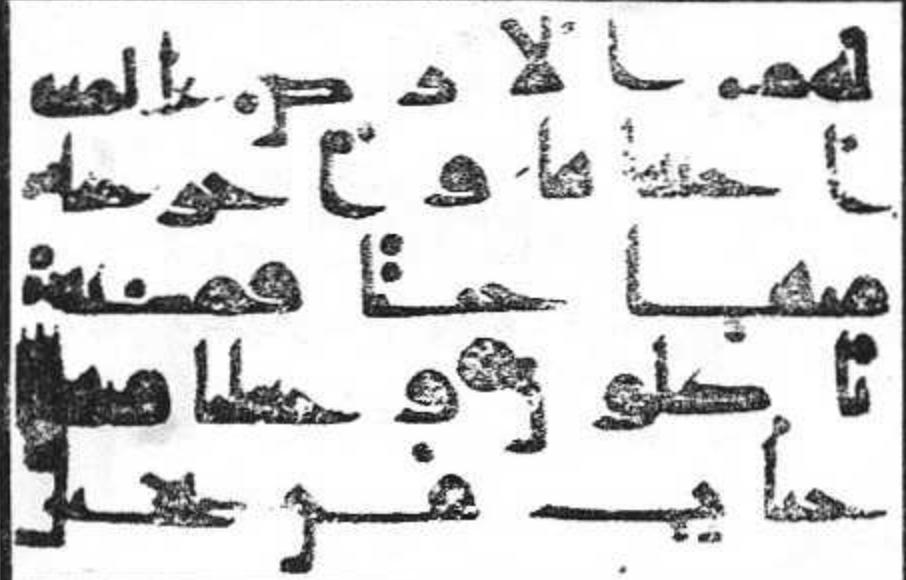
ان (آیات نمبر 31-32) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



الْمَرِيرُوا كُلُّهُمْ أَهْدَكُنَا (۳۱) کیا ان راحموں نے نہیں دیکھا کہ
قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ اُن سے پہلے ہم کتنی نسلوں اور قوموں کو
أَنْهَمْ لِيَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۖ (۳۲) راسی جرم میں ہلاک و بر باد کر جائے
ہیں، اور وہ اب اُن کے پاس پلٹ کر آنے والے بھی نہیں ہیں۔

وَإِنْ كُلُّ لَمَّا جَوَّهُ (۳۳) اور وہ سب کے سب
لَدَنِنَا مُحْضَرُونَ ۖ (۳۴) ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے

آیت کی تشریح مطلب یہ ہے کہ وہ تردنیا کی سزا اتحتی کر خدا نے ان قوموں کو دنیا میں تھس نہیں کر دیا جوانبیا بکام کا ناق اڑائی تھیں۔ اب آخرت کی سزا اُس سے کہیں زیادہ سخت ہو گی یعنی اگر وہ برعماش قومیں دنیا میں واپس لوٹ کر نہیں آری ہیں تو یہ نہ بھجو بیٹھنا کہ بس معاملہ تم ہو چکا نہیں، ہرگز نہیں سب کو ابھی خدا کے سامنے پیش ہونا ہے جہاں بڑے سے بڑے جفا دری مجرم خدا کے سامنے پکڑ کر لائے جائیں گے اور اپنے اپنے کرنوں کی سزا واپس ہو..... (شیخ الاسلام عثمانی)



کے علایا بوطال

ان (آیات نمبر ۳۳) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



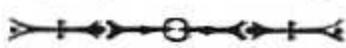
وَأَيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ (۳۳) اور ان کے لیے وہ مردہ
الْمَيْتَةُ مَوْلَى أَحْيَيْنَاهَا زمین (ہماری قدرت کی) ایک بہت
وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبَّاً بڑی نشانی ہے جسے ہم نے زندہ
كَرْدیا پھر اس سے ہم ہی نے انج نکالا تو فِيمْنَهُ يَا كُلُونَ ۝ کریں گے اسی سے ہمیں اس کا لئے تو
اُسے وہ اپنی عذرا حاصل کرتے ہیں۔

آیت کی تشریح۔ اکفار و مشرکین سے سب بر ایحادی احلاف تصور زخم اور تصور آخرت پر ہے۔ اس آیت میں توحید کی سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے کہ ہم نے زمین سے تھار ارزق نکالا ہے اگر ہم ایسا نہ کرتے تو تم زندہ نہ رہ سکتے۔ اسی لیے باش کے طور پر مردہ زمین کو کس طرح سبزہ نازر بنا دیا؟ ۝ (تفسیر کبیر رازی)

وَإِنَّا هَمْ بِكُوٰتٍ وَلَا نَنْهَا
وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْأَرْضِ
بِمَا حَطَّا فَنَحْنُ بِمَا
يَهْوِي هُوَ خَلُقُهُ وَنَحْنُ بِمَا
وَلَا نَنْهَا وَلَا

کوہ کلاؤ طاں

ان (آیات نمبر 34-35) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّتٍ مِنْ (۲۴) پھر ہم نے اُسی میں کھجوروں
تَخْرِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَرْنَا اور انگوروں کے باغ پیدا کر دیے
فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ (۲۵) اور اُسی زین (یہی) میں ہم نے چشمے بھی
جاری کر دیے (عجور زکارے)

لِيَا كُلُّوْمِنْ شَمَرِهٌ وَمَا (۲۵) تاکہ وہ اس کے پیمانے کھائیں،
عَمِلَتُهُ أَيْدِيْهُمْ أَفَلَا جیکہ یہ سب کچھ ان کے ہاتھوں کا بنا یا
اوپیدا کیا ہوا نہیں، اس کے بعد مجھی کیا
یَشَارُوْنَ (۲۶) سو لگ کشکرگزار نہیں، سوتے ہے

آیت ۲۵ میں خداوند عالم نے یہ فرمایا کہ: "اس سارے نظامِ عالم کو ان کے امتحان نے پیدا نہیں کیا بہت قابل غور ہے۔ آج ساری دنیا میں کریمی کوشش کر رہے تو زمین کے اندر کا نظر یا صل از خود پیدا نہیں کر سکتے۔ وہ صرف ہل چلا سکتے ہیں یعنی بوکتے ہیں، کھاد اور پانی ہیسا کرتے ہیں، گزریج کا شوٹا خداوندی فرماتا ہے۔ (بعلت ابن عباس - تفسیر درود الحافی)

غور و فکر کا مقام ہے | اس آیت میں زمین کی پیدا کرنے کی صلاحیت کو خدا کی تقدیر حکمت اور حوصلت کی دلیل بتایا گیا ہے۔ ہم ہر وقت زمین سے پیدا کی ہوئی چیزوں کا تھے پیشہ رہتے ہیں، مگر زمینی اس پر غور و فکر نہیں کرتے کہ آخر اس مردہ مثی سے ہلہلاتے کھبڑت کیسے پیدا ہو گئے؟

اس مردہ زمین پر دریا اور چشمے کیسے بنتے اور اُبلنے لگے؟

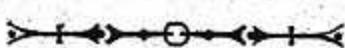
پیر سر بربر و شاداب یا غلات کیسے اُگ آتے؟ اتنی پر لطف نہیں چیزوں کیسے پیدا ہو گئیں؟ کتنی جیبی بات ہے کہ زمین کے جن مادوں میں نشوونما کی کوئی طاقت نہیں ہے، ان میں زندگی کی رسم تک موجود نہیں ہے۔ پھر آخر کرس نے ان میں زندگی کی لہر پہونچ دی؟ * آخر وہ کون ہے جس نے زمین کے اندر ایسے مادوں کی تھیں پڑھادیں جو نباتات کی قضا بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں، تاکہ نباتات ان میں پروان پڑھیں * پھر کرس نے اس زمین کی تکوانتا نام بھی رکھا کہ نباتات اپنی جڑوں پھیلا کر ان سے اپنی غذا چوس سکیں؟

- * پھر کرس نے زمین کے اندر وہ گیسیں پیدا کر دیں جو نباتات کو زندگی بخشتی ہیں؟
- * کس نے آسمان سے پانی برستے رہتے کا پورا نظام بنادیا؟
- * پھر سورج اور زمین میں ایسا تعلق جوڑ دیا کہ مختلف قسم کی نباتات کو مناسب درجہ حرارت اور مناسب موسم باری باری ملتے رہیں؟
- * پھر کرس نے ایسے بیج بنائے کہ جب بھی جیاں بھی ان کو مناسب زمین پانی، ہوا، موسم مل جائے تو ان میں نباتاتی زندگ پیدا ہو جائے؟
- * پھر غور فرمائیں کہ نباتات کی بیماریوں اور سرطان کی ضرورت مختلف ہے۔
- * پھر پر کر لاکھوں سال سے یہی نظام قائم ہے۔ یہ سب کچھ کرس نے کیا؟ صرف فدرا واحد۔
- * پھر بھی تم خدا کا شکر کا دادا نہیں کرتے؟ (تعجب نسبیتیں، تفسیر کسری)

رَسَالَةٍ يَنْهَا
لَا دُورٌ وَبِإِجْمَعٍ حَطَا
هُمْ مَا لَمْ يَأْتُوا بِهِمْ
وَمَنْ نَا بِعِصْمَتِهِ فَمَا
لَا يَأْتُونَ وَمَا

کہ علیٰ اب طالب

ان (آیات نمبر ۳۶) کو علیٰ ابن طالب نے لکھا۔



سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ (۲۶) پاک ہے وہ ذات جس نے
الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تام قسم کے جوڑے پیدا کیے ،
تُنْدِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ چاہے وہ زمین کی نباتات میں سے
أَنْفُسِهِمْ وَمِنَ الْأَيْمَانِ (۲۶) ہوں یا خود ان کے حصے میں سے
ہوں اور ان پر مروج ہے جی جن کو
وہ رابعی (جاننتے تک نہیں)۔

آیت کی تشریع | فرمود رسول خدا، حضرت ام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جاپ رسول خدا صلوات اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نطفہ آسمان سے زمین کی طرف نباتات پھلوں اور خیز کے اور پرکشے پھر اس کو انسان اور جانور کھاتے ہیں تو وہ ان کا جزو نہیں بن جاتا ہے۔"

* * * * * (تفیر علی بحی الدفیر قمی)

*** سُبْحَنَ الَّذِي** | یعنی خداوند کیم نے جس طرح زمین سے الگے والی انگوریوں کے جوڑ پیدا کیے ہیں اور بمار سے نقصوں سے بھی نرم و مادہ کے جوڑے پیدا کیے ہیں، اُسی طرح ایسی مخلوقی بھی ہے جن کو تم نہیں جانتے اور وہ بھی جوڑا جوڑا پیدا کیے ہیں۔ شہزادین کی گہرائی میں اور سندروں کی تہوں میں رہنے والی مخلوق۔ (اور فضاؤ میں تیرنے والے جراہم وغیرہ)

* * * * * (تفیر علی بحی الدفیر قمی)

* مطلب یہ ہے کہ انسان کا بدل اور اُس کے تمام اجراء نباتات، غلہ، بصل کھانے نئے نہ
نشوونا پاتے ہیں۔ پھر طویل تسلیموں کے بعد ان سے لطفہ بتاتے ہے جو حقیقتاً نباتات اور
پھلوں کا حاصل یا نجور ہوتا ہے۔

* جبریل سائنس کی تحقیق ہے کہ کائنات کی پر صنعت میں نرم و مادہ کا وجود موجود ہے، نباتات
میں بھی اور حیاتات میں بھی۔ (تفیر علی بحی)

خداوند عالم کا فرمाए کہ: پاک ہے وہ ذات | یعنی خدا کی ذات ہر قسم کی غلطی و کمزوری سے
پاک ہے۔ وہ اس سے بھی پاک ہے کہ اُس کا کوئی شریک و مددگار ہو۔ کیوں کہ قادیر طلاق کا شریک
یا مددگار ہونا خدا کے لیے عیب ہے۔ اور خدا کے ساتھ شریک قرار دینے والا بھائی ہے کہ
خدا کیلا از خود خدا کی کاظم چلاتے کا ایں نہیں، اس لئے جوہر اُس نے اپنی خدائی کو جلانے کیلئے
اپنے شریک بنائے ہیں۔ گویا شرکوں کے خیال ہیں اشویں اُن باشناہوں کی طرح ہیں، جن کی حکمت
اُن کے وزیر ہوں، خوشامدوں، درباریوں، سمح پڑھے مصاحدوں وغیرہ کے بغیر نہیں چل سکتی۔
(تفیر علی بحی)

* پھر اس آیت میں خداوند عالم نے توحید کو اس طرح بھی ثابت فرمایا ہے کہ تم خدا بھی یہ پیدا اش
پر غور کرو۔ عمرت اور مرد کا جوڑ ہی تو محالوی پیداالت کا سب سے اسی جوڑ بندی سے ساری کائنات وجود
میں آئی ہے۔ یہی تزویج اپنے انتہا ملائی حکمت، احتیاطی، بالکل ایسا رکھتی ہے جس کو دیکھ کر عقل زندگی ہے۔

لَهُ مَا لَمْ يَرَى
لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ
عَلَمَهُ دُنْدُونٌ وَالْأَسْمَاءُ
لَهُ مَا يَلْفَظُ فِي لِفْظٍ
لَهُ مَا لَمْ يَرَى

کہ کیا بُو طالب

ان (آیات نمبر 37-38) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



وَأَيَّةٌ لَهُمُ الْيَلْلُ نَسْلَخُ (۳۷) اور ان کے لیے ایک اور خاص
مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ شانی (یا) حقیقت تک پہنچنے کی)
دِلِيل رات ہے جس میں سے ہم دن کو
مُظْلِمُونَ (۳۸)

نکال لاتے ہیں تو ایکدم سے ان کے اوپر اندر ہیرا چھا جاتا ہے۔
اس آیت کی تاویل (حقیقی مطلب) یہ ہے کہ جب جناب رسول خدا کی
وفات ہو گئی تو چاروں طرف اندر ہیرا پھیل گیا اس لئے اس اندر ہیروں میں لوگوں کو
جناب رسول خدا کے اہل بیت کے افضل ترین افراد (مراد ائمہ اہل بیت) دکھائی
نہ ہوئے۔ (تفسیر نور الثقلین)

(جنہیں حیر سمجھ کر بحاجا دیا تم نے وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی
فتنه ملت بیضا ہے امامت اس کی جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے
(اقبال)

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقِرٍ (۲۸) اور سورج (بھی ہماری قدرت)
لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ حکمت کی ایک بخششانی ہے کہ وہ اپنے
ٹھکانے کی طرف روان دوان ہے۔
الْعَزِيزُ (۲۸)

یہ فیصلہ ہے اور بالکل ٹھیک اندازے کے ساتھ باندھا ہوا حساب
ہے، اُس زبردست طاقت اور عزت و غلبے والے کا جو ہر ہر چیز
سے پوری پوری طرح واقف ہے۔

سورج ایک دلیل عظیم ہے سورج جسی عظیم مخلوق کو جو ہماری زمین سے باہر لا کر گناہ
بڑا ہے، حرکت دینا اور اُسے پورے پورے حاب کتاب کے ساتھ تیزی سے دور کرنے
رکھا، کس کے بس کی بات ہے؟ سو اس قادر مطلق کے جو نہایت علیم و حکیم ہو گئے ہے، اُسی نے
سورج کے ذریعے نظامِ شمسی بنایا اور اُس کا نظام اتنا صبح (۲۸*۲۵) بنایا کہ اُس کی وجہ سے
انسانی زندگی میں بھی نظم و ضبط پیدا ہو گیا۔ *.... (تفسیر نور)

* خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: سورج اپنے ٹھکانے کی طرف روان دوان ہے۔“ یہاں ٹھکانے سے مراد
اُس کا معین راستہ ہے جس پر وہ جا رہی ہے، یا اُس کے معنی مقررہ حدت ہے جس کا غسل
الله سبحانہ کر رہی ہے۔ (ورنہ سورج کے ٹھہرنا یا مقام کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے، سورج ہر قوت
ہر آن جا رہی وسایہ ہے مُکتاہیں۔ سورج دُبَّتِ الْكَبْرِ (قطبِ تاریخ) کے سب سیارے ہیں۔)
لے۔ (تہذیب الفوائد الفتح)

تقدیر یا قضاء و قدر کے مراحل : حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا سب سے پہلا مرحلہ علم ہے۔ دوسرا مرحلہ مشیت (مرضی) ہے۔ تیسرا مرحلہ خدا کا ارادہ ہے۔ چوتھا مرحلہ تقدیر ہے۔ پانچواں مرحلہ قضا (خدا کا حتیٰ آخری فیصلہ یا حکم) ہے۔ چھٹا مرحلہ امضاء یعنی خدا کا حکم جاری ہونا، یا نافذ ہونا ہے۔ خدا اپنے اس حکم کا اجراء کرتا ہے جس کا اپنی قضا کے تحت فیصلہ فرماتا ہے۔ اس کی بنائی ہوئی تقدیر وہی ہے۔ جس کا اس نے ارادہ فرمایا ہے۔ خدا کے علم سے خدا کی مشیت بنی ہے اور خدا کی مشیت سے خدا کا ارادہ وجود میں آتا ہے۔ خدا کے ارادہ سے تقدیر یہ بنتی ہیں۔

اور تقدیر سے قضا (خدا کا آخری فیصلہ) بنتا ہے اور قضا کے بعد امضاء (فیصلہ کا جاری ہونا) وجود میں آتا ہے۔ (اصولِ کافی)

لَهُمْ سَالِمٌ
لَهُمْ سَالِمٌ
لَهُمْ سَالِمٌ
لَهُمْ سَالِمٌ

کوہ علما و طالب

ان (آیات نمبر 39-40) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ (۳۹) اب رہا چاند تو اس کے لیے
 حتیٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں
 یہاں تک کہ وہ پلٹتا ہے الیٰ
 الْقَدِيرِ (۴۰) صورت میں کہ جیسے کوئی پرانی ٹہہتی ہو۔ (یا، کبھو کی سوکھی شاخ کی مانند۔

چاند کی منازل سے مراد چاند کی ۲۸ منزلیں ہیں جو چاند پرے ہیں میں میں
 کرتا ہے کہیں کہ چاند پرے ہیں میں صرف ۲۸ دن آسمان پر دیکھا جاسکتا ہے۔ باقی دو
 راتوں میں نظر نہیں آتا۔ انہی دو راتوں کو محقق نہ کہتے ہیں۔ چاند کی تمام منزلیں مکمل طور پر

معین اور حاب شدہ ہیں۔ اسی لیے ماہرین سیکھوں سال پہلے کے حاب کتاب کر سکتے ہیں۔ یہ ایک طبعی آسانی تقویم ہے جسے ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔ صرف چاند کی شکل دیکھ کر چاند کی تابع معلوم کریں جا سکتی ہے۔ غرض چاند اور سورج دونوں خدا کی تدریت و حکمت کی عظیم نشانیاں یعنی دلیلیں ہیں۔ (تفصیر نونہ)

* منازل قمر ۲۸ ہیں جن کے عربی میں یہ نام ہیں: (۱) شرطین (۲) بطبین (۳) شریا (۴) دربان (۵) بقعدہ (۶) بنحد (۷) ذراع (۸) شرہ (۹) طرف (۱۰) جبہ (۱۱) زہرہ (۱۲) صرفہ (۱۳) عوا (۱۴) ساک (۱۵) عقر (۱۶) زبانا (۱۷) اکھیل (۱۸) قلب (۱۹) شولا (۲۰) نعایم (۲۱) بلده (۲۲) ذابع (۲۳) بلع (۲۴) سحود (۲۵) سعد الاغبیہ (۲۶) فرع دلو مقدم (۲۷) فرع دلو مفر (۲۸) بطن الحوت * (تعزیز الارادۃ الفتح ج ۳)

چاند کے بروج

منطقة- البروج پر کئی ستاروں کے جھرمٹ ہیں جنکی تابعیت سے ملا یا جائے تو بارہ مختلف شکلیں بن جاتی ہیں، انہی شکلوں کے لحاظ سے اُن کے نام کہے جائے گئے۔ ہندی میں "اضھن راس" اور عربی میں "برج" کہا جاتا ہے۔

ہندی نام یہ ہیں: میکھ ، برکھ ، سقون ، کرک ، سنگھ ، کنیا ، ملاؤ ، برچک ، دھن کمر ، کتبھ ، میں ۔

اسی ترتیب کے عربی نام یہ ہیں: حل ، ثور ، جوزا ، سلطان ، اسد ، سنبل ، میزان عقرب ، قوس ، جدی ، دلو ، حوت ۔

منازل اور بروج میں چاند اور سورج کا قیام |

منازل کو ۳۶ درجوں پر تقسیم کیا گیا اور ہر منزل میں چاند کا قیام ۱۲ درجہ اور سورج کا ۱۵ دقیقہ۔ اور ہر بروج میں اس کا قیام دو دن آٹھ گھنٹے۔ جس منزل کو چاند شبانہ روز میں طے کرتا ہے، سورج اُس سے تقریباً ۱۳ دنوں میں تمام کرتا ہے۔ جس سے منزلوں کے دن ۳۶۲

بینتے ہیں لیکن سورج اُس مقام پر جہاں سے چلا چتا ۵۲۶ دن میں پہنچتا ہے اس طرح کو حل کر دے
مرطان 'اسدا' و سنبده میں ۳۱-۳۱ دن، جوزا میں ۳۲ دن، میزان، عقرب، دلو اور حوت
میں ۳۰، ۳۰ دن اور قوس اور جدی میں ۲۹-۲۹ دن صرف کرتا ہے، تو آیام نازل کو دوڑہ
شمسی کے مطابق کرنے کے لیے منزل عقرب میں ایک دن کا اضافہ کر کے ۳۶۵ دن کا سال مقرر کر لیا۔

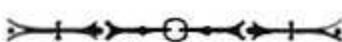
شمسی سال کی مت ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۸ منٹ ۷۴ سیکنڈ ہوتی ہے

جبکہ قمری سال ۱۰ دن ۲۱ گھنٹے ۳۰ سیکنڈ شمسی سال سے چھوٹا ہوتا ہے
اور ہر سو سال کے بعد شمسی سال سے تین سال آگے بڑھ جاتا ہے (ملفنا اذ فی الرأین)

لَا تَسْعُ وَ لَا تَمْسِي
 لَهَا دُوَّبٌ حَلْقَةٌ
 سُوْدَةٌ مُّنْكَرَةٌ
 حَلْمٌ مُّنْكَرَةٌ فِي
 لَهَا لَيْلٌ نَّجْعَلُ

کہ کیا و طال

ان (آیات نمبر 40-41) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا (۴۰) غرض نہ تو سورج کے
 أَنْ تُذْرِكَ الْقَمَرَ بس میں ہے کہ وہ چاند کو
 وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ جا پکڑے، اور نہ رات ہی
 وَ كُلُّ فِي فَلَكٍ دن سے آگئے نکل سکتی ہے
 اور یہ سب کے سب ایک
 یَسْبُحُونَ (۴۱)

خاص مدار یا حلقة (Orbit) کے اندر ہی اندر تیرہ ہے ہیں۔

"لَا إِلَهَ مُنْبَحِّي لَهَا" یعنی: نہ سورج کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو چاند کی پائے۔

مطلوب ہے کہ: سورج اپنا پورا دورہ ایک سال میں ختم یا تو اکتوبر تا بے کیوں کہ ہر ایک بُرُج کو وہ ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔ بخداز: اس کے چاند ہر بُرُج کو تقریباً ڈھائی دن میں طے کر کے ایک ہی مہینے میں اپنا دورہ مکمل کرتا ہے۔ اس لیے یہ بات ناظم ہے کہ سورج اپنی رفتار کو تیز کر کے چاند کی طرح جلدی سے منازل کو طے کر سکے، ورنہ نظامِ سماخ ختم ہو جائے گا اذادور یہ بات مکن نہیں کیوں کہ نظامِ سماخ کا مرتبہ بڑا ہی زبردست حکمت والا اللہ ہے جیفون اس نظام کو قائم کر کے اعلان فرمادیا کہ اس ہمارے نظام کی مخالفت کرنے والے سورج کے بس کی بات ہے چاند کے بس ہیں ہے اور نہ رات دوں مخالفت کرنے پر قادر ہیں۔ کیوں کہ آیت ۱۳ میں دن کی روشنی کو رات کے جسم کا لباس قرار دیا گیا ہے تو جب تک رات ہے دن کا لباس الگ ہو تو وہ بہمنہ ہونہ گی۔

* یاد رہے کہ رانے زمانے کے ہشت دن یہی سمجھتے تھے کہ ستائے آسمان میں گردے ہوئے ہیں اور آسمان گھومتا ہے۔ مگر اپنے نصابی تعلیم کے بندھن سے آزاد ہو کر قرآن کے الفاظ سے استفادہ کرنا یقیناً آزاد دن سے سوچنے کی علامت ہے۔ (فصل الخطاب)

* آسمان بھی گھومتا یا گردش کرتا ہے کیوں کہ حدیث کا میں اللہ تعالیٰ کے فلمے ہوتے فلمے بھی موجود ہیں: **وَلَا فَلَّحَا يَدُوْرُ وَلَا بَحْرًا يَجْرِي وَلَا فَلَّحَا تَسْرِي إِلَّا فِي مُعْبَدِهِ هُوَ زَمَنُ الْخَمْسَةِ الَّذِينَ هُمْ تَحْتَ الْكِسَاءِ** یعنی: اور نہ آسمان کو گردش دی، اور نہ دنیا کو جاری کیا، اور نہ کشتنی کو (دریاؤں میں) چلایا، مگر صرف ان پانچ رسمتیوں کی مجتہ میں جو (اس وقت) چادر کئے ہیں۔

* حرام جفر ماردی سے روایت ہے: "دن کو رات سے پہلے بنایا گیا ہے۔ (تفصیل مجید ابیان)

* حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: "اللہ نے سورج کو چاند سے پہلے اور نور کو اندر ہر سے پہلے خلن فرمایا۔" لہ محققوں نے تیجہ نکالا کہ تقویمِ اسلامی کے اختصار سے رات دن پر مقدم ہے۔ اسی

چاند کی تاریخیں سورج غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ (ابو بکر جعفری)

* سورج کی حرکت (روانی) اب جدید علوم سے ثابت ہے کہ سورج اپنے پرے نظام (نظم شمی) کو ساتھ لے کر اپنی پری کمکشاں کو لیے ہوئے (فضائے بیطیں) تر رہے، بلکہ مارا نظم شمی بھی ایک بہت بڑی کمکشاں کا چھوٹا سا جزد ہے۔

* عربی ادب اور لغت میں "فلک" رُکبوں کے پستانوں کے گول اُبجَار کو کہتے ہیں۔ بعد میں یہ لفظ گول چیزوں کے لیے بولا جانے لگا۔ سیاروں کی گرش کے راستوں پر بھی اس کا املاق ہونے لگا۔ (سان العرب)

وَأَيَّهُ لَهُمْ أَتَا حَمَلَنَا (۲۱) اور ان کے لیے بماری قدر **ذُرِّيَّتُهُمْ فِي الْفُلُكِ** کی ایک نشانی یادیں یہ ہے
کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری **الْمَشْوُونِ** (۲۱) ہوتی کشتی میں سوار کیا۔

* "تفیر صحیح البیان" میں علامہ طبریؒ نے لکھا کہ: "ذریت کے معنی آباء و اجداد کے بھی ہوتے ہیں۔ اگر یہ مطلب لیا جائے تو مطلب آیت کا یہ ہو گا کہ" ہم نے ان لوگوں کے آباء و اجداد کو کشتی نوچ پر سوار کیا۔ اگر ذریت کے معنی اولاد کے لیے جائیں تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے سمندری سفروں کے لیے ان کی اولادوں کو کشتیوں پر سفر کرنا آسان بنادیا ہے۔ * ذریت ذرہ سے ہے جس کے معنی "پیدا کرنا" لیس آباء و اجداد کو اس لئے ذریت کہنا درست ہے، کہ ان سے نسل پیدا ہوتی ہے۔ اور اولاد کو اس لئے ذریت کہنا درست ہے کہ وہ اپنے آباء و اجداد سے پیدا ہوتے ہیں۔

لَهُ مِنْ جِلْدٍ هَا وَ صُورٌ
 وَ بَارِسًا لَوْلَوْ فَعْدَةٌ
 وَ لَامْطَرَى لَهُ
 وَ لَامْهَمْ دَهْدَهْ
 شَفَعَةٌ هَا وَ هَا كَا

کہہ کیا تو طالب

ان (آیات نمبر ۴۲-۴۳-۴۴) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ (۲۶)
 مِثْلِهِ مَا يَرَكُبُونَ ② طرح کی اور چیزیں بھی پیدا
 کر دیں جن پر یہ سوار ہوتے رہتے ہیں

* اور آیت ۲۷ میں اسی طرح کی چیزوں سے مراد دوسرا سواریاں ہیں چاہے وہ زین پر چلتے
 والی ہوں یا پانی پر (یا ہوا و فضا میں پر لازکرنے والی سواریاں ہوائی جہاز ہوں) حد (بنی علی بن ابراہیم)

وَإِنْ نَشَاءُ نُغْرِقُهُمْ (۲۰) اب اگر ہم چاہیں تو ان کو
 فَلَا صِرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ ڈبو ماریں، پھر نہ تو کوئی ان
 کی فریاد کو پہنچے گا اور نہ وہ بچا سے
 یُنقَذُونَ (۲۱)

إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَّاعًا (۲۲) بس یہ ہماری رحمت ہی تو
 إِلَى حَيْنٍ (۲۳) بے جو انھیں پار لگاتی ہے
 اور ایک خاص وقت تک زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیتی ہے

کوئی شخص اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہ جاسکے گا

" جناب رسول خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اصحاب کے مہربے مجس میں ارشاد فرمایا:
 " یہ اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہ جاسکے گا۔ "

* عرض کی: حضور! آپ؟ " فرمایا: " ہاں میں بھی ". (الحدیث)

* آیت سے ثابت ہوا کہ انسان ہر صیبت اور ہر بلاد سے حضرت خدا کی رحمت کے سبھار نجات پا سکتے ہیں جیسا کہ خدا کی رحمت ہی ہوتی ہے کہ ہواوں کے ذریعے کشیاں منزلوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ اگر سمندر و ریوں کی ہولناک تباہ کار موجود کے درمیان خدا کی رحمت ساتھ تھے تو انسان کی نجات ممکن نہ ہو۔ یہ خداؤ کی نشانیاں یا رسائلیں ہیں تاکہ ہم اللہ کی رحمت کو مان کر ان کی اطاعت کریں اور سکر بن جالائیں۔ + (تفیر نوون)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّقُوا (۲۵) ان لوگوں کے جب یہ کہا جاتا ہے
 مَا بَيْنَ أَيْدِيهِ كُمْ وَمَا کہ اس انعام سے بچو اور درستہ رہو
 خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرَحَّمُونَ (۲۶) جو تمہارے آگے آگے آ رہا ہے اور
 تمہارے پیچے بھی گزرا چکا ہے۔

تاکہ شاید تم پر حرم کیا جائے۔

وَمَا تَأْتِي هُمْ مِنْ أَيَّةٍ (۲۷) غرض ان کے سامنے ان کے
 مِنْ أَيْتِ رَبِّهِمُ إِلَّا پالنے والے مالک کی نشانیوں
 كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ (۲۸) دلیلوں اور آیتوں میں جو ایت
 نشانی یا دلیل ان کے پاس آتی ہے تو یہ اس سے اپنا منہ پھر پھر لیتے ہیں۔

* حضرت المام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ: "جو آگ ہے اس کے مراد وہ گناہ ہیں جن کے سبھ انہوںہ انعام دینے کا ارادہ ہے اور جو تمہارے پیچے ہے اس کے مراد وہ سزا ہے جو محارم گناہوں کے تباہی میں تھیں ملے گی۔ (مجہابیان) آیتؐ کی تشریح: "إِتَّقُوا" یعنی خدا کے اس عذاب سے ڈرتے رہو جو بالکل محارمانے ہے کہ مرتے ہی تھیں دبوج لے گا اور دنیا سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی دلغمبی چیزوں سے دھوکہ کھا کر اغارت کو زخمیلا رینا، تاکہ تم پر خدارم فرمائے۔ + (تفیر الزلف)

آیت کا مقصد یہ ہے کہ تم ان گناہوں سے بچو، ذر و جوت م آگے روانہ کر چکے ہو اور خدا کے اس عذاب سے ڈرتے رہو جو تمہارے ان گناہوں کی وجہ سے تمہارے پیچے پیچھے چلا آ رہا ہے۔ (تفسیر مجتمع البیان)

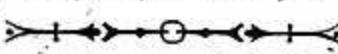
(پچھلے گناہوں کا اصل علاج یہ ہے کہ:

- (۱) ان کی سزاویں سے ڈرو۔
 - (۲) خدا کے سامنے شرمند ہو کر دل سے ان کی معافیاں طلب کرو۔
 - (۳) ان گناہوں کو کرنا بالکل چھوڑ دو۔
 - (۴) پھر خدا سے امید رکھو کہ وہ گناہ معاف کر دیگا کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے۔
 - (۵) خدا کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہو۔) (حسن رضوی)
- حسن بن شاذان الواسطی نے حضرت امام علی رضاؑ کو لکھا کہ واسط کے لوگ مجھ پر ظلم کرتے ہیں اور عثمانی مجھے اذیت دیتے ہیں۔ امام نے فرمایا ”خداوند عالم نے باطل حکومتوں کے دور میں ہمارے شیعوں سے صبر کرتے رہنے کا عہد لیا ہے۔ اس لئے تم کو خدا کے حکم پر صبر کرنا چاہئے۔“ (روضۃ الکافی)

طَالِكَ زَسْوَدَا
الْمَلَكَ زَنَافُوا
مَلَكَ بَرْعَمَ لَوْ سَلَكَ
لَوْ مَلَكَ بَارْزَانَهَا
لَوْ مَلَكَ بَارْلَادَهَا

کوہ گلابو طاوے

ان (آیات نمبر ۴۷) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفَقُوا (۲۷) اور جب ان سے کہا جاتا ہے
مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ إِنَّمَا قَالَ کہ جو کچھ اللہ نے تمھیں دیا ہے
الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ اُسیں سے کچھ خیرات بھی تو کیا کرو
أَمْنُوا أَنْطُعْمُ مَنْ تو اُس وقت وہ کافر، ایمانداروں سے
لَوْيَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ کہتے ہیں: کیا ہم ان کو کھلائیں خپس
اِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ اگر اللہ چاہتا تو خود کھلادیتا ہے تم تو
مُّبِينُونَ بالکل ہی بہک کر بھٹک گئے ہو۔

شانِ نزول آیت ۳ اکثر مفسرین نے لکھا کہ جب مشکوں اور یہودیوں کے ہاتھا کے کچھ غربیوں پر بھی خرچ کر دیا کرو، تو وہ کہتے تھے کہ جبلا ہم ایسوں کو کیوں کھلائیں جیسیں خدا خود نہیں کھلانا چاہتا۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو رزق دسکر کھلادیتا۔ پس اللہ کا ان کو رزق دینا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ ان کے کھلانے پر راضی ہی نہیں ہے۔ تم تو خود گمراہی کی باتیں کرتے ہو۔
..... (تفہیر المؤارف البعلت)

* لیکن یہودیوں اور مشکوں کا یہ اعتراض ان ہی کی صریحی گمراہی کا ثبوت ہے۔ اس لئے کہ (۱) اللہ تعالیٰ نے دنیا کا امتحان کے لیے پیدا کیا ہے، اور کھاتے پیتے مالدار لوگوں کا امتحان یہ ہے کہ وہ غربیوں، فیقوں اور مساکین دغیرہ کو نوازیں اور ماسٹر کی رضاخی دیں۔ اور اپنے اس امتحان میں کامیاب ہوں۔

(۲) دوسرے یہ کہ اللہ نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے۔ یہاں ہر نعمت کسی شخص کو کسی دوسرے انسان ہی کے دریستے ملتی ہے۔ اس لیے اللہ نے امیروں، مالداروں کو ذلیل ہبنا یا یہ غربیوں کو روزی پہنچانا کا۔ سب نعمتیں اللہ کی عطا کردہ ہیں۔ جن سے امیروں، مالداروں کو آзамانا مقصود ہے۔
..... (مؤلف)

* اسی لیے خدا نے ہمیں انفاق کا حکم دیا ہے۔ ”انفاق“ کے اصل معنی خدا کی نعمتوں کو خدا کی راہ میں اور خدا کی رضی کے مطابق خرچ کرنا ہوتا ہے۔

پھر خدا کا یہ فرمانا: ”انْفِقُوا مِمَّا أَرَزَّنَّكُمُ اللَّهُ“ یعنی: اُس ہی کچھ خرچ کرو جو رزق خدا نے تمھیں عطا فرمایا ہے۔

اس بات سے ثابت ہو گیا کہ سرچیز کا اصل مالک صرف خدا ہے اور ساری نعمتیں ہم کو اللہ نے امامت کے طور پر عطا فرمائی ہیں۔ اب ہم کتنے بخلیں ہیں کہ ہم خدا کی امامتوں کو غربیوں تک نہ پہنچا کر خیانت کر رہے ہیں، اور خدا کے حکم پر غربیوں کو کچھ بھی دینے کے لیے سیار نہیں ہیں۔

غرضِ آیت دہریوں کے اعتراض کا جواب ہے۔
..... (تفہیر المؤارف البعلت)



کوہ کلاؤ طالو

ان (آیات نمبر 49-48) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا (۴۸) پھر وہ کہتے ہیں کہ "آغری قوت
الْوَعْدِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۴۹) کی دلکی کا وعدہ کب پورا ہو گا، اگر تم
پسچے ہو تو بتاؤ۔"

مَا يَنْظَرُونَ إِلَّا صِحَّةً (۴۹) (اصل میں) یہ جس چیز کا
وَاحِدَةٌ تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ انتظار کر رہے ہیں، وہ تو بس
يَخِصِّصُونَ (۴۹) ایک "دھماکہ" ہے جو ایکدم سے
اُنھیں ٹھیک اُس حالت میں پکڑ لے گا جب تک
دیکھو تو سر سے (لا رجاء) گلزار ہوں گے۔

* یہ واقعہ آخری زمانے میں روز ناہ ہو گا جس وقت کہ بازاروں میں لوگ آپس میں جھگڑے بے ہوش گئے یا کاک، دھماک کی آوازاتے گی تو سب کے سب اپنی اپنی جگہ مر رکر گر پڑیں گے۔ ان میں کوئی نہ تو اپنے گھروں کی نزد میں نہ کھلے گا اور نہ کسی کو کوئی وصیت ہی کر سکے گا۔ (تغیر عاقی بجو القمی)

* جاہ بول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”قیامت اس طرح آپکرے گی کہ دو افراد میں ایک پیر اپنی لار ہو گا اور وہ دنوں اُس کی خرید و فروخت کر رہے ہوں، ابھی وہ معاملہ طے ہون مذکور پاس پر کر قیامت آدھکے گی۔ ایک شخص اُتر انجائے گا ابھی لقر منہ میں رکھئی گا کہ قیامت آپکرے گی۔ ایک شخص حوض پر اک کھڑا ہو گا کہ اپنے جانوروں کو مانی پڑائے ابھی وہ مانی پڑائی تھی کہ اس کا لکھ قیامت آپسینچے گی۔“ * (تغیر عین ابان)

فَلَا يَسْتَطِعُونَ تَوْصِيَّةً^(٤٩)
 وَلَا يَأْتُونَا مُهْلِكًا
 نَذِيرًا^(٥٠) وَلَا
 نَمُوذِجاً^(٥١)

کوہ کلائون طال

ان (آیات نمبر 49-50-51) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



فَلَا يَسْتَطِعُونَ تَوْصِيَّةً^(٤٩) اُس وقت تویر وصیت بھی
 وَلَا إِلَى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ^(٥٠) نہ کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھروں والوں
 ہی کی طرف یاٹ سکیں گے۔

وَنُفَخَّ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ^(٥١) پھر جب صور پھون کا جائے گا
 مَنْ الْأَجْدَاثِ إِلَرِبْهِمْ^(٥٢) تو ایکدم سے وہ اپنی اپنی قبروں سے
 (نکلنے کر) اپنے پانے والے مالک
 يَنْسُلُونَ^(٥٣) کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

صور میں عینک ماری جاتے گی | صور "زندگا یا بگل" میں اسرافیل پرک

ماری گے۔ اس کا ایک سر آسمان کی طرف ہو گا اور دوسرا زمین کی طرف۔ چنانچہ فرزند رسول

حضرت امام حبیر مادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"پہلے زمین کی طرف صور عینک کا جائے گا تو زمین پر بیٹنے والے سب کے سبک بوت آجائے گی پھر تمام مخلوقات کی سابق کی زندگی کی مت سے کمی گناہ زیادہ عرصہ تک خاموشی طاری رہے گی، پھر پہلے آسمان والوں کی پرموت آجائے گی اور سابقہ مت سے کمی گناہ زیادہ وقفو کے بعد در سر آسمان والوں پر پرموت آئے گی اور اسی طرح طویل مت کے وقفو کے بعد تیرے آسمان والوں پر پرموت طاری ہو جائے گی۔ اسی طرح سابقہ تمام مت اور زمین پر وقفو کے بعد علی الترتیب چوتھے یا پھر پہلے اور سابقہ آسمان والوں پر پرموت طاری ہو جائے گی۔ اور پھر سابقہ تمام مت اور اس سے کمی گناہ زیادہ وقفو کے بعد میرکائیل پر پرموت آئے گی، پھر سابقہ تمام مت اور زمین پر وقفو کے بعد جریل پھر اسی نسبت مت اور وقفو کے بعد اسرافیل کو اور سب اُغْریض سب گذشتہ مت اور زمین پر وقفو کے بعد ملک الموت عزراeel کو موت دی جائے گی۔ اس کے بعد اللہ جل شانہ کی جائے آواز آئے گی "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" بتاؤ۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو خود سان قدرت ہی جواب دے گی: "لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" حکومت اُس ایش کی ہے جو واحد دیکتا اور سب پر غالب ہے۔" (سرہ المؤمن آیت ۱۷)

آج کہاں ہیں وہ جبار جو میرے ساتھ شریک مانتے تھے، آج مکابر لگ اور ان کا تکبر کہاں ہے؟

اس تمام اہتمام قدرت کے بعد تمام مخلوق کو دوبارہ زندہ کر کے محشر کیا جائے گا۔

..... (تفیر انوار المفت، تفسیر قمی، تفسیر نذر الشفیع)

* غرض اللہ تعالیٰ کے ایک اشارے پر پرانی محلی ثڑی ہیں زندگی کا بیان ہے لیں گی اور اپنی قبروں، مقبروں سے نکل نکل کر اپنے اعمال کی جزا یا سزا کے لیے اللہ بزرگ برتر کی عدالت میں حاضر ہو جائیں گے جس طرح ایک صیحہ یا دھماکہ پر سب مر گئے تھے اسی طرح

ایک اشارہ قدرت پر زندہ ہو جائیں گے۔

غرض آیات مُرَانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جہان کا خاتم رسی اللہ کے ایک ادھے اشارے پر ہو گا، اور دوسری زندگی کی ابتداء رسی اللہ کے ایک اشارے پر ہو گی۔
* (تفصیر نبوۃ)

* اس بات (امراہی) کو صحیفے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات خوب اپنی طرح سمجھل جائے کہ خداوند عالم قادر مطلق ہیں، ان کے کاموں کا تیاس ہم جیسے عاجز غلام اپنے کاموں پر نہیں کر سکتے جس قدر خدا ہے واحد کی قدرت مطلق کی معرفت ہو گی اُسی قدر ان حقائقوں کو سمجھنا آسان ہو گا۔ (مؤلف)

* جاپ امیر المؤمنین حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:
”اَوَّلُ الدِّيْنِ مَعْرِفَةٌ“ یعنی: دین کا پہلا قدم خدا کو پہچانا ہے۔
(بہجۃ البذرۃ)

* بہر حال روزِ قیامت فردا آئے گا جو خدا کے ایک اشارے پر روکا ہو گا۔ سورہ انبیاء میں فرمایا:
وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقِّ فَإِذَا هُنَّ شَاهِنْهَادَةٌ إِبْصَارُ الدِّينِ كَفَرُوا
يُوَيْلَكَ أَقْدَدُ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِنْ هُدًى أَبْلَى كُنَّا ظَاهِرِيْنَ۔ (سورة انبیاء، آیت ۱۷)
یعنی: اشر کا وعدہ (جزا و سزا) نزدیک تھا ہو جائے گا اُس و کافروں کی آنکھیں خوف کی شدت سے پھرا جائیں گی (وہ جمیع ہے ہوں گے کہ) دلے ہو ہم پر ہم پر انسو بے کرم السر عظیم چیز سے غافل ہے، واقعہ ہم ہی ظالم تھے۔

* حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسرافیل صور (بُلُل) پر منور رکھے ہوئے عرش کی طرف سلسلہ دیکھ دیجئے ہیں، اور اس انتہا میں ہی کب پہلے صور پھونکنے کا حکم ہو۔ (قرآن آخر صور میں پھونکنے والی جائے)

* صور تین بار پھونک لاجائے گا (۱) پہلے صور کو نفحۃ الفزع کہتے ہیں جس ساری مخلوق ڈر جائے گی۔ پھر (۲) دوسرے صور کوں کرتا مخلوق مر جائے گی اس کو نفحۃ الصمعت کہتے ہیں۔ (۳) پھر تباہی طرز سے ایک جملہ ہو گی، جس کے ساری مخلوق احمد کری ہو گی اس کو نفحۃ القیام لرب العالمین کہتے ہیں۔
* (تفصیر ابیان، تفسیر میرزا، تفسیر بزرگ، جلالیں، وغیرہ)

وَمَا لَكُمْ جَنَابَةٌ
فَلَا يُؤْمِنُوا بِهِمْ وَلَا
يُؤْمِنُوا بِهِمْ وَلَا
يُؤْمِنُوا بِهِمْ وَلَا

کوہ کا ابو طالب

ان (آیات نمبر ۵۲) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

قَالُوا يَا مَنْ بَعَثْنَا (۵۲) اور کہیں گے کہ: "دانے ہو
مِنْ مَرْقَدٍ نَّاهِمَةٍ هَذَا مَا
بُهاری حالت پر کیا بُهاری حال ہے
وَعْدَ الرَّحْمَنِ وَصَدَقَ
بُهارا۔ آخر یہیں ہماری خواب
الْمُرْسَلُونَ ⑤۲

جس کا خدا ہے رحمن نے وعدہ کیا تھا، اور رسولوں نے سچ سچ بتا دیا تھا۔

آیت ۵۲ کی تشریح

"مرقد" کے معنی سونے کی جگہ۔ (معزدات، ام راتب)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مردے عالم بزرخ میں زندگی کی حالت میں ہوں گے۔

لیکن اچھے مونین اور حد سے بڑھے ہوتے کافر ظالم: بدکار لوگ پورے طور پر جاگئے کیسی حالت میں ہوں گے۔ (تفیر نہد)

* مونین نعمتوں کے مزے لوث رہے ہوں گے۔ اور حد سے بڑھے ہوتے براکار کافرین، مشکین، ظالیں طرح طرح کی سزاوں میں گرفتار ہیں گے۔

لیکن بعض مفسرین نے اس کو یوں لکھا ہے کہ قیامت کے کاہول اور خوف اس قدر شدید ہو گا کہ اس کے مقابلے پر بزرخ کا عالم نیند کی طرح آرام دہ ہو گا۔ (تفیر نہد) نتائج (۱) غرض مُردوں کے نکلنے اور خدا کی عدالت میں حاضر ہونے میں کچھ زیادہ

دریز نہ لگے گی، اور قیامت بڑی تیزی سے واقع ہو کر چھا جائے گی۔ (دیجہ ابیان)

(۲) ان آیات کا دلوك واضح لب و لہجہ اور گھن گرج انسانوں کے دلوں کو برمی طرح تاثر کرنے سے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسان خود میرانِ حشر میں کھڑا رہا وہاں کی حالت کو انکھوں سے دیکھ رہا ہے اور کانوں سے خدا کی آذان کو سن رہا ہے کہ پرانی مٹی والوں کھڑے ہو جاؤ، اور حساب کتاب کے لیے تیار ہو جاؤ۔

* جب مرد سے قبروں سے اُٹھیں گے تو بڑے جیلان ہوں گے کہ یہ کیا ہو گیا؟ اُس وقت خداون کرتا ہے گا: "یہی وہ (دن) ہے جس کا وعدہ خدا نے جن نے کیا تھا" اور پیغمبرین نے دم سے بالکل سچ کیا تھا۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

حضرت ابوذر غفاری "صحابی رسول" نے فرمایا "قیامت اور دوبارہ اٹھنے میں اتنا سافاصلہ ہے جتنا ایک مرتبہ سو کراٹھ جانے کا ہوتا ہے۔" (اصول کافی)

خداساری مخلوقات کو مارڈا لئے کے بعد فرمائے گا "آج جا کر کہاں ہیں؟ آج متکبر کہاں ہیں؟ وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے ساتھ غیروں کو میرا شریک قرار دیتے تھے؟ پھر خدا سب کو زندہ کرے گا (حضرت امام جعفر صادق "از تفسیر قمی ملخص")

سُلْطَنٌ سَالِحٌ سَلَوْدٌ
 بَارِدٌ طَافٌ بَالاً سَلَمٌ
 وَسَالٌ هَبَّ جَادٌ سَأَلٌ
 سَهْلٌ نَسْلٌ سَلَمٌ
 هَنْدٌ وَرَنْدٌ هَلَوَهَلٌ

کھے کیا و طال

ان (آیات نمبر ۵۲-۵۳-۵۴) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

اِنْ كَانَتُ الْأَصَيْحَةُ (۵۲) غرض ایک زور دا چیخنے یا
 وَاحِدَةً فَإِذَا هُرْجَمْيَةً بھڑگی ہو گی جس کے بعد یکدم
 میں وہ ہمارے سامنے حاضر کر دیے گئے ہوں (۵۳)
 لَكَيْنَا مُحْضَرُونَ جائیں گے۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ (۵۴) پس آج کسی پر کچھ ظلم یا کمی
 شدیگاً وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا نہ کی جاتے گی اور تمھیں وہی بدھ
 مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۵۵) دیا جائے گا جیسے کام تم کرتے رہے ہوئے

آیت ۵۶ کی تشریع مطلب یہ ہے کہ کسی کی کوئی نیکی چاہے وہ ذرہ برابر ہی کیوں نہ پڑائے
پوچھ اور کسی کو اس کے جرم سے ذرہ برابر زیادہ سزا نہ لے گا۔ بالکل یہ حکمِ العادت ہو گا۔
(شیخ الاسلام عثمان)

* دوسرے الفاظ میں وہ تمام اپنے بُرے کام جو ہم نے دنیا میں کیے ہوں گے وہی مجسم
ہو کر سارے مراتب ساتھ ہوں گے جو شر کے ہر ہر موقع و منزہ پر خود ہمارے پنے اعمال
مجسم ہو کر ہمارے مراتب ساتھ پہل رہے ہوں گے۔ سچنے کی بات یہ ہے کہ کیا کسی کے خود اس کے
کاموں کو ان کے حوالے کرنا، یا خداوس کے اعمال کا ساتھی بنانا ظلم ہے یا عدالت کے خلاف ہے؟
پھر نہیں البتہ یہ بات کسی طرح ظلم نہیں ہے کہ خدامونین کے نیک اعمال میں اپنے فضل و کرم کی
وجہ سے اور اپنے وعدوں کی بروقت اپنی رحمت کے حد و حساب انما فرمادے۔ (تفسیر نجف)

وَلِهُنَّ مَا دَلَّ
وَمَا لَهُنَّ بِهَا حَدَّ
لَمْ يُؤْتُوهُنَّ أَذْنَانَ حُكْمَادَ
شَهْرُهُنَّ لَهُنَّ وَسْطَهُ

کہہ علی ابوبکر

ان (آیات نمبر 54-55-56) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ (۵۵) حَقِيقَتًا آجِ جَنَّتِي لَوْكَ اپنے
الْيَوْمِ فِي شُغْلٍ فَلَهُونَ (۵۶) مزید اشغلوں میں خوش دخشم
اور مست و مگن ہوں گے۔

هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي (۵۶) وہ اور ان کی بیویاں
ظَلِيلٌ عَلَى الْأَرَأَيْكَ گھنے، سرسبزو شاداب سایلوں
کے نیچے اپنے تختوں اور سندوں
پر تکیے لگائے آرام سے سیٹھے ہوں گے

آیت ۱۳۶ شُغْل ”عربی میں ہر دل پسند کام کو کہتے ہیں جس کے انجام دینے میں لطف آئے۔ (رانب)

* اب خدا جنتِ دلوں کے سکونِ قلب کو بیان فرمایا ہے۔ ان کی راحت و آرام کی کیفیت کا الفاظ کھینچا گے۔

* جنتیوں کے ساتِ اعفارِ ساتِ قسم کی الذنوں سے بیک وقت لذت حاصل ہریں گے۔

(۱) قدموں سے جنت میں داخل ہو کی لذت اُدخلُهَا سَلِيمٌ أَمْنِينَ ”اسن ولامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو۔

(۲) باعقول سے جامِ شلب اور ماکولات حورو غلام کے باعقول سے لینے کی لذت (۳) جنت کی جیسی تین حوروں سے

طویلِ عمر تک ہمسری کی لذت (۴) پیٹ کو کھانے پینے کی لذت (۵) زبان کو پروگار عالم

کی حدود شکر کی لذت (۶) کالوں سے اپنے گناہوں سے بخشنش منے اور جنت کی مختلف قسم کی سُرملی آواز اور

اللہ کی طرف کے سلام منے کی لذت (۷) انکوں سے جنت کے جیسی تین منافر دیکھنے کی لذت نہیں ہوں گی۔

خ..... (تفیرِ محمدی ایمان، تفسیرِ ازادِ الجلت، تفسیرِ نوادرش علیں)

خداقیامت کے دن اہلِ جنت کی حوروں کے ساتھ شادی کر دے گا۔ وہ اپنی

نئی خوبصورت دہنوں کے ساتھ با تمیں کر رہے ہوں گے۔

حوروں کے گلے میں ہار ہو گا جس پر لکھا ہو گا ”اے اللہ کے ولی! تو ہی میرا محظوظ

ہے۔ میں تیری محبوب ہوں۔ تو ہمیشہ میری طرف مائل رہے گا اور میں تیری طرف

ماں رہوں گی“ پھر خدا ہزار فرشتے بھیجے گا جو اس کو جنت کی خوشخبریاں سنائیں گے۔

(امام محمد باقرؑ از تفسیر قمی)

جناب رسول خدا نے فرمایا ”مومن جنت میں ایک ساعت (کچھ عرصہ) اپنی

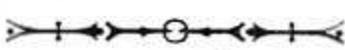
بیوی کے ساتھ رہیگا، کچھ وقت اپنے دوستوں کے ساتھ گزارے گا اور ایک ساعت

لیٹ کر اہل ایمان کو دیکھے گا۔ (روضۃ الکافی) (یعنی آرام کرے گا)

وَبِالْمُحَمَّدِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ
فَاكِرْهُهُ وَلَنْهُهُ مَا
بَعْدَهُ وَزَلَّهُهُ بَعْدَهُ
فَوْهُهُ بِهِ دَحْلَهُهُ

کوہ کلاؤ طاف

ان (آیات نمبر 56-57-58) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



لَهُمْ فِيهَا فَأِكِهَهُ (۵۶) اُن کے لیے اُس میں ہر قسم کے
وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ (۵۷) پھل ہو گئے، اور جو کچھ بھی وہ طلب کیے یہ
گے اُن کے لیے حاضر ہو جاتے گا۔

سَلَمٌ تَقُولًا مِنْ رَبٍ (۵۸) مزید یہ کہ پالنے والے اور رحم کرنے
والے مالک کی طرف سے اُن پر سلام ہو گا۔
رَحِيمٌ (۵۹)

* جناب رسول خدا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "جس وقت جنت کے رہنے والے
جنت میں خدا کی نعمتوں سے لطف انزو زہر ہو گئے اُس وقت ایک نور ان کے سر دی پر ظاہر ہو گا

یہ لطفِ خدا کا نور ہو گا، اُس سے آواز آئے گی۔ ”سلم ہوتم پر اے جنت کے رہنے والا۔“
یہ سلم میں کچھ بیسوں کو اس قدر و الہانہ خوشی ہو گی کہ وہ خدا کی نعمتوں اور لذتوں کے سوا
ہر چیز سے بالکل غافل ہو جائیں گے یہی وہ موقع ہو گا کہ فرشتے ان کے محلاں کے ہر دروازے
سے داخل ہو کر اُس جنتی کو مبارکباد پیش کریں گے۔ (تفیر روح المعانی جلد ۲)

* اصل میں یہ دیدارِ الٰہی کا جلوہ ہو گا جو ان پر ظاہر ہو گا۔ یہ دیدار اس قدر پر لطف ہو گا
کہ اُس کی لذت اُن کو ہر چیز کی لذت سے غافل کر دے گی۔

..... (تفیر نحوتہ)

* حباب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا، ”اگر میں ایک لمبے کے لیے بھی اپنے قدرا
کے دیدار سے خود میں ہو جاوے تو جان دے دوں۔“ (تفیر روح البیان جلد ۲)

* آنکھیں کھلم کھلا اللہ کا دیدار نہیں کر سکتیں | دغلب میں نے سوال کیا

”یا امیر المؤمنین! کیا آپ نے اپنے پرو ر دگار کو دیکھا ہے؟“

”آپ نے فرمایا: کیا میں اُس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جسے میں دیکھا تک نہیں؟“

”دغلب نے عرض کی: آپ کیون کر دیکھتے ہیں اپنے اللہ کو؟“

* حباب امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”آنکھیں اللہ کو کھلم کھلا نہیں دیکھتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقوں سے اللہ کو
خوب اچھی طرح پہچانتے اور درک کرتے ہیں۔ اللہ ہر چیز سے قریب ہیں لیکن
جہانی اتصال کے طور پر نہیں، اللہ ہر چیز سے دور ہیں لیکن اللہ بھی نہیں، اللہ بغیر
غور و فکر کیے کھام کرتے ہیں، اور بغیر آنادگی کے قصد و رادو کرتے ہیں، اور بغیر اعصار
کی مدیے بنانے والے ہیں۔ اللہ لطیف ہیں لیکن پوشیدگی سے انکھیں
متصف نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ بزرگ دبرتر ہیں مگر تندرخوی دبر خلقی کی
صفت اُن میں نہیں۔ اللہ دیکھنے والے ہیں مگر جو اس سے انکھیں موصوف

نہیں کیا سکتا۔ — اللہ رحم کرنے والے ہیں مگر اس صفت کو ان کے
لیے رحم دلی سے تعبیر نہیں کیا سکتا۔ چھرے اشہر کی عنعت کے آگے ذلیل و خوار اور دل ان کے
خوت سے لرزائی وہر اسیں ہیں۔“

* (بیان البلاغۃ خطبۃ ۱۰۰)

* اہل جنت کے لیے سب سے بڑا العزاز یہ ہو گا کہ خداوند عالم خود ان پر
سلام فرمائے گا۔ (سبحان اللہ) *.... (تفیر صافی ص ۴۲)

فیما برداروں کیلئے جنت میں اہتمام | اللہ تعالیٰ نے حدیث تدبیری میں ارشاد فرمایا:
 ”اے لوگو! تم دنیا میں اتنی بچپی کیوں لیتے ہو۔ یقیناً یہ دنیا فانی اور اس کی نعمات ختم پہنچانے والی ہیں، اور زندگی
بھی فنا پر چوہا گی اسیں تعقیق میرے یا اس فرمان برداروں کے لیے جنت ہے کہ جس کے آٹھ دروازے ہوں گے۔ اور ہر جنت میں
ستر ہزار زعفرانی باغ اور ہر باغ میں ستر ہزار منگے اور ہر منگے شہر ہیں اور ہر شہر میں یا وقت کے ستر ہزار محل اور
ہر محل میں ستر ہزار زبرجد کھنڈ اور ہر کھنڈ میں ستر ہزار سو سو کے مقام اور ہر کان بنی چاندی کے ستر ہزار مقام
درکرے، ہر ہزار مقام میں ستر ہزار درست خوان اور ہر ایک درست خوان پر ستر ہزار جو ہری کشتیاں دو ہنگے ہوں گے
اور ہر ایک کشتی میں ستر ہزار قسم کے طعام اور ہر مقام کے گرد ستر ہزار سرخ سو نے کے تخت اور ہر تخت پر
رسیشی بچھوٹے دگرے، ستر ہزار اور ہر تخت کے گرد ستر ہزار آپ حیات کی نہیں دودھ، شراب اور غذیں
شہد کی نہیں اور ہر نہیں ستر ہزار رنگ قسم کے چیل اور اسی طرح ہر کان میں اغوانی رنگ کے ستر ہزار خشے
اور رخچے میں ستر ہزار غالیچے اور اعلیٰ بچھوٹے اور ہر ایک بچھوٹے پر ستر ہزار حور العین میں گے خوریں ہوں گی
کہ ہر ایک حور کے سامنے ستر ہزار کنیزیں میں انہوںے کے سفید اور ہر قمر کے سرے پر ستر ہزار کافور کے قبیلے
اور سبزی میں خدا نے بزرگ بر تکی طرف سے تختے ہوں گے جن کو نکسی آنکھ دیکھا، کان خشنا ہو گا، نکسی دل میں خال
کی ہو گا اور لکوں پسندیدہ ہو اور ہر تکی طرف لے زینگرگاری اُن کی خواہیں بھابھیں، اور حوریں میں میتوں کے چکنی ہوں گی، وہ
اُن کو اعلیٰ خیر بھالا کے بھر میں ہیں گی اور جنی بیکوں وہاں نہ رہیں گے، نہ روں گے، نہ رنگ کریں گے، نہ بوڑھیں گے
نہ عبار کریں گے، نہ روزہ رکھیں گے، نہ نماز پڑھیں گے، نہ لرضیں ہوں گے، نہ مشیل پا مخانہ کریں گے، نہ غناک ہوں گے، نہ دہانے سے
کبھی نکالے جائیں گے۔ پس جو شخص میرے معصیت زگھ اور پڑھوں کو جاہتہ ہے، تو صدقہ یعنی کے ندیعے سے
اور دنیا کو معمولی سمجھنے سے اور کم رذق پر تقاضت کرنے سے میری جنت اور دہان کی ابتدی نعمات کو
طلب کرے۔ میری ذات شاہد ہے، میری ذات کے لیے کوئی معبود برحق سولے میرے میرے نہیں۔ اور
عیّت اور عزیز مریرے، ہی بندوں میں دو بندہ ہیں اور میرے بزرگ زیدہ رسولوں میں رسول ہیں۔ (حدیث تدبیری ص ۱۰۱)

جب کسی کو سلام پر سلام کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب امن و امان دینے کے ہیں۔ جب قیامت کے دن لوگ کھڑے کھڑے تھک جائیں گے اور تھک کر کہیں گے مالک حساب شروع فرمادے، چاہے ہمیں جہنم میں ہی جانا کیوں نہ پڑے۔ خدا اس وقت ایک ہوا بھیجے گا جو نیکوں کو بروں سے الگ کر دیگی جس کے دل میں ایمان کی رمق ہوگی وہ جنت میں جائے گا۔ (تفسیر قمی)

وَ مَا هِيَ بِوَالْمُوْدِ
لَا هَا لَهُ وَرِبٌ لَعَزَّ
لَا سُلْطَنٌ لَهُ لَهُ مَا
لَا شَفَاعَةٌ لَلَّهُ هَا
لَا إِلَهَ إِلَّا لَهُ لَهُ

کھہ علائی و طاف

ان (آیات نمبر 59-60) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



وَ امْتَازُوا الْيَوْمَ أَيّْهَا (۵۹) اور گناہ گارو! تم ان سے
الْمُجْرِمُونَ (۶۰) الگ ہی رہو۔

أَلْهُمْ أَعْهَدُ إِلَيْكُمْ يَبْنَى (۶۰) لے آدم کی اولادو! کیا میں
ادمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا نے تم کچھ ہی یہ عہد نہیں بیاتھا
الشَّيْطَنَ إِنَّهُ لَكُمْ کرم شیطان کی بندگی (الہاطع)
عَدُوٌ وَ مُبِينٌ (۶۱) نہ کرنا یقیناً دہ تھا را لکھا شکن ہے۔

جب کسی کو سلام پر سلام کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب امن و امان دینے کے ہیں۔ جب قیامت کے دن لوگ کھڑے کھڑے تھک جائیں گے اور تھک کر کہیں گے مالک حساب شروع فرمادے، چاہے ہمیں جہنم میں ہی جانا کیوں نہ پڑے۔ خدا اس وقت ایک ہوا بھیجے گا جو نیکوں کو بروں سے الگ کر دیگی جس کے دل میں ایمان کی رمق ہوگی وہ جنت میں جائے گا۔ (تفسیر قمی)

آیت ۶۰ کی تشریح خداوند عالم کا فرما تاکہ: **لَا تَعْبُدُو اللَّهِمَّ إِنَّمَا تَعْبُدُ كُلَّ شَيْءٍ مِّنْ عَبَادَتِكُلَّ شَيْءٍ** (شیطان کا عبادت نہ کرو۔) یہاں عبادت کے معنی رکوع و سجود کرنا نہیں، بلکہ عبادت "کے معنی اطاعت کرنا ہے۔ اس لیے کہ کوئی شخص شیطان کے سامنے رکوع و سجود نہیں کرتا۔

* اس سے ثابت ہوا کہ عبادت کی حقیقت اطاعت کرنا ہے (فقط رکوع و سجود نہیں ہے،) (تفسیر نبوذ)

* یاد رہے کہ خداوند عالم نے شروع دن ہی اولادِ آدمؑ کو بتا دیا تھا کہ: **يَبْيَنِي أَدَمْ لَا يَقْتِنْتُكُمْ وَ الشَّيْطَنُ كَمَا أَخْرَجَ أَبُو يَكْرَمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزَعُ عَنْهُمَا لِيَأْسِمَا لِيَرِبِّهِمَا سَوَّا تَهْمَاءً إِنَّهُ يَرِكْمُهُوَ وَ قَبْيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطَنَ أَوْلَى أَعْرَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ هـ** (سردہ، الاعراف آیت ۲۹۰)

یعنی: "اے آدمؑ کی اولاد! شیطان تمہیں دھوکہ رہ دیے رجس طرح اُس نے تھارے والدین کو جنت سے نکال چھوڑا تھا، ان کے کپڑتے تک بدن سے اتر وا دیلے تھے، تاکہ ان کی شر کا ہو کوئی بُری خاکہ کر دے۔ اب وہی شیطان اور اُس کا قبلہ تمہیں دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ یقیناً ہم نے شیاطین کو اُنہی لوگوں کا درست یا ساتھی قرار دیا ہے، جو "خدا رسولؐ کو دل سے نہیں مانتے۔"

* پھر سورہ الزرفت میں بھی اسی طرح تنہی فرمایا: (warning دی)

”وَلَا يَصِدَّنُكُمُ الشَّيْطَنُ إِنَّهُ لَكُفُورٌ وَّمُؤْمِنٌ هٰذِهِ الْأَزْخَنُ آیت پارہ)“
 یعنی: ”اور (بکیونکیں) شیطان تجسس (حق کے راستے سے) نہ رک دے کیوں کہ یقیناً
 وہ تمہارا حکماً لا ہوا ذہن۔ ہے۔“

* شیطان کی عبادت یا اطاعت کا مطلب یہ بھی ہے کہ علماء دین کی پیروی انہیں بند
 کر کے کی جائے اور یہ نہ دیکھا جائے کہ وہ افعیٰ حق کہر رہے ہیں یا اپنے نعمات کے پیش نظر
 دھوکہ دے رہے ہیں۔ اس لیے کہ علماء میں علماء سور (ربہ علماء) بھی حدیث رسول مسیح نے ایت
 ہے: فرمایا: ”الْفَقَهَاءُ أَمْنَاءُ الرَّسُولِ مَا لَمْ يَذْخُلُوا فِي الدُّنْيَا“ قیلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ:
 ”وَمَا دُخُولُهُمْ فِي الدُّنْيَا؟“ قَالَ: اتَّبَاعُ السُّلْطَانِ فَإِذَا أَفْعَلُوا ذَلِكَ فَأَخْذُرُوهُمْ
 عَلَى دِينِكُمْ“ (رکن الحال حدیث ۵۲، ۹۶۹، اصول کافی جلد امتحانی جواہر الفتاویں)

یعنی: آنحضرت نے فرمایا: ”فقیہار رسولوں کے اس وقت تک امیں ہیں (موردنہیں ہیں) جب تک کہ
 وہ امورِ دنیا میں داخل نہ ہوں“ آپ سے لوگوں نے دریافت کیا: ”لے خدا کے رسول؟!
 امورِ دنیا میں داخل ہونے کا کیا مطلب ہے؟“ آنحضرت نے ارشاد فرمایا: ”دنیا وی امور میں
 داخل ہونے کا سلطانیہ بادشاہ (حاکم طاغوت) کی پیروی کرنے لگیں۔ جب یہ علماء سلطانِ بادشاہ
 کی پیروی کرنے لگیں تو اپنے دین (کی حفاظت) میں اُن سے پرہیز کرتے رہنا۔“

* خود قرآن میں خداوند عالم نے قسم کھا کر فرمایا:

”خُلَّاكِيْ قَسْمٌ ! يَهُودِيْ، عِيَاضِيْ (علماء) نے لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف
 نہیں بلا یا، اگر وہ (علماء) اپنی عبادت کا حکم دیتے تو یہودی، عیاضی کبھی ان کی بات
 نہ ملتے، لیکن ان (علماء) نے حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کر دیا، اور انہوں نے (ان کو ان کی

لا شعری طور پر ان کی عبادت کی۔” (المرآن)

* اس آیت پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
”جس شخص نے کسی انسان کی اطاعت گناہ کرنے میں کی تو اُس نے گریا اُس کی عبادت کی۔“

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸)
یہاں تک کہ امامؑ نے فرمایا کہ: ”جب کوئی آدمی کسی بھی بولنے والے کی بات کا ان لئے کر ستا (لوپسی سنتا) ہے تو گویا اُس نے اُس آدمی کی عبادت کی۔ اگر بولنے والا حکم خدا کے مطابق یہاں کر رہا ہے تو اُس نے خدا کی عبادت کی، اور اگر بولنے والا شیطانی بات کر رہا ہے تو اُس نے گویا شیطان کی عبادت کی۔“

(وسائل الشیعہ جلد ۲۸)

* امیر المؤمنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:
”لے خدا کے بندو! خدا کے دشمن شیطان سے ڈرتے رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کروہ
تمھیں اپنی بیماری (یعنی: حرص و تکبیر) میں مبتلا کر دے، اور آواز دے کر تمھیں
بلائے اور عرکت میں لے آئے، اور تمھیں بھی اپنے لشکر سوار اور پیادوں میں شامل
کر لے۔

مجھے اپنی جان کی قسم! اُس نے تمھیں شکار کرنے کے لیے ایک خطرناک تیرکان
رکھا ہوا ہے جسے وہ اپنی پوری طاقت سے کھینچتا ہے اور بہت ہی تربیت سے تمھیں نشاد
بناتا ہے۔ اُس نے یہ اعلان بھی کر رکھا ہے جسے اللہ نے اُس کی زبان فرمایا ہے کہ:
”لے میرے پالنے والے! چوں کہ تو نے مجھے یہاں کا دیا ہے، اب میں بھی اولادِ آدمؑ کے
سامنے رہنا کی زرق برق چیزوں اور مٹاٹھے باٹھے سے اُن کی آنکھوں کو چکا چوند کر دوں گا
اور اُن سب کو گراہ کر دوں گا۔“ اب کتنا عجیب ہو گا کہ ہم ایسے جانی دشمن کو اپنا دوست
سمجھ لیں۔

دیکھو! اپنے اُن سرداروں اور طبیوں کا انتباع کرنے سے ڈرتے رہو کر جو اپنی
جاہ و حشمت پر کڑی تاریخی نسب کی بلندیوں پر غور سے دھوکہ کھاتے ہیں اور بد ناجزوں
کو اللہ کے ذمے ڈال دیتے ہیں اور اُس کی قضا و قدر سے مگر لیتے ہیں اور اُس کی نعمتوں پر
غلبہ پانے کے لیے اُس کے احسانات سے یکسر انکار کر دیتے ہوں۔ یہی لوگ تو عصیت کی
عمارت کی گہری بنیاد، فتنہ کے محل والوں کے سترن اور جالمیت کے نسبی تفاوت کی تواریخ
ہیں۔ لِبَذَا اللَّهُ سے ڈرتے رہو اور اُس کی عطا کردہ نعمتوں کے شمن نہ ہو، اور نہ اُس
کے فضل و کرم کے شمن بتو جو تم پر اُس نے کیا ہے، اور نہ حاسد بتو، اور دیکھو! جو مولیٰ
معیانِ اسلام کی پیری کرنے سے بچتے ہی رہو جن کا گندہ پانی تم اپنے صاف پانی میں ملا کر
پہنچو۔ (ما فہارہ نہجۃ الامال علیہ خطبہ ۱۹۲)

جب لوگوں کو نامہ، اعمال دئے جائیں گے تو کچھ لوگ کہیں گے کہ ہم نے تو یہ
برے کام کئے ہی نہیں تھے۔ اس وقت خدا ان کے منہ پر مہر لگادے گا اور ان کے
اعضاء ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ (تفسیر قمی)
(مکن ہے کہٹی۔ وی۔ پران کوان کے کام کرتے ہوئے دکھا دیا جائے۔)

وَبِهِنْدِ وَنَارٍ
لَّا يُنْدِنْ وَيُعَسِّرَ
صَوَّاتٌ بِهِنْدِ عَذَمٍ
وَلَعْمٌ صَلْصَلَةٌ
عَلَّا كَلْمَانًا فَلَمْ

کہہ علائی او طاف

ان (آیات نمبر ۶۰-۶۱-۶۲) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



وَإِنْ أَعْبُدُ وَنِيْهِنَّا (۶۱) اور اس میری ہی بندگی کرو،
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ (۶۲) یہی سیدھا راستہ ہے۔

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِيلًا (۶۲) مگر اس کے باوجود اس
کَثِيرًا اَفَلَمْ تَكُونُوا نے تم میں کے بڑے گروہ کو
مُگراہ کر کے ہی چھوڑا کیا تم عقل
تَعْقِلُونَ (۶۲) نہیں رکھتے تھے۔

مَحْدُودٌ لِّهِ سَلَطْنَةٌ
 بِهِ حُكْمٌ حَسْفٌ سَايِّدٌ
 لِّهِ حُكْمٌ وَّرِئَاطُونَ
 لِّهِ تَلْبِيَةٌ سَلَطْنَةٌ
 لِّهِ حُكْمٌ وَّرِئَاطُونَ

کوہ علیاً و طالع

ان (آیات نمبر ۶۲-۶۳-۶۴) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



هُذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ (۶۲) لو یہ دوڑخ ہے جس سے
 تُوعَدُونَ (۶۳) تم کو ڈرایا جاتا تھا۔

أَصْلُوهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ (۶۲) اب اس کا ایندھن بنو،
 أُسی کفر و انکار کی سزا میں جو
 تَكْفُرُونَ (۶۴) تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

لہ "اصلو" کا الفاظ صلی کے مادہ سے ہے۔ اس کے معنی اگر میں جلانا اور محبوتا را
 اگر میں داخل کرنا اور اسی کو لازمی کر لینا۔ (مفہودات امام راغب)

* مطلب یہ ہے کہ: لے جئیں گے! تم پر افسوس کے تمہیں اس قدر صاف صاف سمجھا گیا تھا کہ شیطان کی یات نہ مانتا وہ تمہارا کھلاڑی ہے، مگر جب تک تم کو عقل نہ آئی، اور آخر کار شیطان کا میاب ہوا اور اس نے اتنی بڑی مخلوق کو گلہ کر کے ہیچپورا، اور تم ایسے احمد ثابت ہوئے کہ اپنے نفع و لفغان کو نہ سمجھ سکے، اس نے دشمن کو نہ سمجھا گیا ہے

نَحْنُ نَا فَوْسَمْ
وَ نَبْلَعْنَا لَهْ بَمْ
وَ سَمْنَا دَلَمْ بَمْ
سَا وَ اسْمَوْ لَدْ
وَ لَوْ شَاهْ لَلْمَسْمَا خَنْ

کعبہ کے اعلاء

ان (آیات نمبر ۶۵-۶۶) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ (۶۵) آج ہم ان کے ہونٹوں پر
وَتَكَلَّمُنَا آيَدِيهِمْ وَتَشْهُدُ تو مہرگا دیں گے، مگر ان کے
أَرْجُلُهُمْ يُبَثَّ كَانُوا با تھہ ہم سے بولیں گے، اور ان کے
يَكُسِبُونَ (۶۶) پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا
میں کیا کمائی کرتے رہے ہیں۔

* جناب رسول خدا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

روزِ قیامت انسان کے باقیہ اللہ سے
ساری زندگی کی روئیداد بیان کر دیں گے

”روز قیامت ہر انسان کو اُس کا نامہ اعمال دیا جائے گا تو گھکار لوگ اپنی بدمعاشیوں انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے ایسے کام نہیں کیے تو سب پہلے فرشتے اُن کے خلاف گواہی دیں گے، اُس پر وہ بدمعاش مجرم قسم کھانے لگیں گے۔ ان کی اس حرکت پر ان کے منع برقرار رکھادی جائے گی، اور ان کے اعضا کو گواہی دینے کا حکم ہو گا۔ اُپسیں حکم ملتے ہی اُن کے باقاعدہ پرادر تمام اعضا اُن کی بدمعاشیوں کو بیان کریں گے اور گواہی دیں گے۔“
..... (تفیر سہمان، تفسیر صافی، تفسیر فذ الشفیعین)

* فرزند رسول ﷺ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ”اعضاد کی گواہی مرنے والوں کے خلاف لی جائے گی جن کو حتی طور پر جہنم میں جانے کا حکم ہو گا، لیکن مومن کو اُس کے دلہنے باقی میں نامہ اعمال دے کر جنت کی طرف بصحیح دیا جائے گا۔“
(الكافی، تفسیر اذرا الجفت، تفسیر فذ الشفیعین)

* شاید اس لیے کہ مومن اپنے گناہوں کے انکار کے بجائے سخت شمر سار بھی ہو گا اور گناہوں کا معروف بھی۔ یقول میر انسیس:

رحمت کا تری امیدوار آیا ہوں منہ ڈھانپے کفن سے شمر آیا ہوں
چلنے نہ دیا بارگز نے پیدل اس واسطے کا نہ ہوں پرسو آیا ہوں

نتائج (۱) اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ قیامت کے دن ہمارے اعضا ہماری مرضی کے تابع نہ ہوں گے؛ بلکہ خدا کے حکم کے تابع فرمان ہوں گے۔
(۲) خدا کی عدالت کتنی بڑی اور سچی عدالت ہو گی کہ وہاں انسان کے اعمال کے گواہ خدا کے اپنے اعضا و جوانح ہوں گے۔ * (تفسیر نور)

* جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَا يَخْفَى عَلَيْهِ مَا الْعِبَادُ وَمُقْرَرُونَ فِي الْأَرْضِ هُمْ وَنَهَارُهُمْ لَطْفٌ إِنَّهُ خُبُرًا وَأَخَاطَرُهُ عِلْمًا، أَعْصَمَا وَكُمْ شَهُودٌ وَجَوَارِ حُكْمٍ جُبُودٌ،“

وَضَمَّاً بِرُكْمٍ عَيْوَنَةً وَخَلَوَاتِكُمْ عَيَانَةً ۝ ” (نیج البلامہ از خطبہ^{۱۹})
 یعنی: ” یہ بندگان خدرات کے پردوں اور دن کے اجالوں میں جو گناہ کرتے ہیں وہ
 اللہ سبحانہ تعالیٰ سے چھپے ہوتے نہیں ہوتے، وہ تو سہر حیرتی سے چھپی چیز سے آگاہ اور ہر شے
 پر اس کا علم مجیط ہے، تمہارے ہی اعضا اوس کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوں گے، اور محکما ہی
 باقاعدہ اس لئے لفکر ہی اور محکم تر ہی فہریت کے جا سکتی ہی، اور تمہاری تہذیب اس کی نظر کے سامنے ہیں ۔ ”

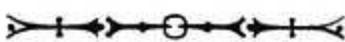
وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ (۶۶) اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں
 أَعْيُّهُمْ فَا سُتَّبَقُوا کو ناپید کر دیتے، پھر وہ اگر دوڑ کر
 الْقَرَاطَ فَأَنِّي يُصْرُونَ (۶۷) راستہ بھی چلنا چاہتے تو انہیں
 کیسے راستہ سمجھائی دیتا ہے؟

ہمیں ” طہستا ” کا فقط ” طمس ” (بروزن شمس) کے مادے سے ہے جس کے معنی
 کسی جز کو اس طرح مٹا دینا کہ اس کے آثار دشنا نات تک ختم ہو جائیں۔ (معنوں امام ارب)

لَمْ يَرْجِعُوا مِنْ حَيَاةٍ
لَمْ يَرْجِعُوا مِنْ حَيَاةٍ
لَمْ يَرْجِعُوا مِنْ حَيَاةٍ
لَمْ يَرْجِعُوا مِنْ حَيَاةٍ

کوہ کا سا بار

ان (آیات نمبر 66-67) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



وَلَوْنَشَاءُ لَمْ سُخْنُهُمْ عَلَىٰ (۶۷) اور اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کی
مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا اپنی ہی جگہ پر ایسا منج کر کے رکھ
مُضِيًّا وَ لَا يَرْجِعُونَ (۶۶) دن کہ پھر پہ نہ تو آگے کی طرف
چل سکیں اور نہ پیچے پلٹ سکیں۔

● مکان تک معنی ٹھیرنے کی جگہ گوای خداخت مجرموں کو خداون کی جائے قیام پری انسانی
شکل سے خود کر دے گا اور وہ بالکل بے رو جمعتوں کی طرح منج ہو جائیں گے یہ اس لیے بھوکارو
پیدھ راستے سے بہت دور نکل گئے تھے پیدھ راستے کو پہنچھے چور دیا تھا ایسی چالاکیاں برعاشا
کی تھیں کہ راجح سے بہت دور بیٹھ گئے تھے یعنی بالکل گراہ ہو گئے تھے۔
○ ممان العرب، نقط المحيط، المنبر

وَمَنْ نَعَمِرُهُ نُنْكِسُهُ (۶۸) اور (مثلاً) جس شخص کو ہم لمبی
فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ (۶۸) عمر دے دیتے ہیں اُس کی ساخت
اور خلقت کو ہم الٰٹ دیتے ہیں (یعنی اُس کی حالت پتوں کی سی
کردیتے ہیں) تو کیا وہ عقل سے کام ہی نہیں لیتے؟ (کہ جب ہم
زندگی میں آدمی کو اس حالت پر لوٹا دیتے ہیں تو کیا امرنے کے بعد
نہیں لوٹا سکتے؟)

دہلویں کے لیے دعوتِ غور و فکر | دہلویں اور بے دینوں کا تصور یہ
کہ ماڈے کے اعڑا کے ملنے کی وجہ سے اتفاقاً یہ پوری کائنات ایک حادثے کی وجہ سے
پیدا ہو گئی۔ یہی فلسفہ ڈاروں کا بھی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر ماڈے کی نظرت صرف ارتقا کرنے ہے، درجہ پر جو ترقی کرتے رہنا ہے،
تو پھر انسان کی جوانی کے بعد طبعاً اور زوال کیسے ہو گیا؟

اس سے نتیجہ نکلا کہ ارتقا کرنا ماڈے کا اپنا ذاتی، فطری فعل ہے، بلکہ کسی کا
نیضان اور عطا ہے۔ اُسی خدا نے ماڈے کے اندر ارتقا کی صلاحیت عطا فرمائی ہے پھر دی ہدا
جب چاہتا ہے ماڈے سے ارتقا کی صلاحیت کو سلب کر لیتا ہے۔ پھر جوان اور طاقتوں
ترین انسان کی جوانی بڑھا لے، اور کمزوری میں تبدیل ہو کر رہ جاتی ہے اور انسان باعث ملائی جاتا ہے۔
سے پری میں خم کر من نہیں ضعف سے قمر یہ میں جو کسکے دھوندتا ہوں جوانی کو ہر کی، ڈھاندے،
حاصلِ مطلب | یہ ہے کہ قوی ہیکل، صحتمند اور طاقتور ترین جوان انسان کا بڑھا

ہو کر کمزور ہو جانا، اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا کی قدریت کس قدر عظیم ہے کہ جو خدا ایک جوان
طاقتور کی جوانی کو نہ مولود بچے کی طرف پہنچا سکتا ہے، تو وہ خدا انسان کو موت کے بعد دوسروی زندگی

کی طرف کیوں نہیں پہنچا سکتا؟

جب انسان بُرُّ مطحہ ہوتا ہے تو اُس کی روح تو ترقی کرتی رہتی ہے مگر اُس کا جسم سمجھے نہیں
کی طرف پہنچا شروع کر دیتا ہے اور عقل بھی تنزیل کا شکار ہو جاتی ہے، اور بالآخر بُرُّ مطحہ انسان
بُرُّ جوں جیسی حرکتیں کرنے لگتا ہے، اور جسمانِ کمزور بیان بھی پچھے جیسا بنا دیتی ہیں؛ جبکہ بُرُّ جوں کی بچکان
حرکتیں اچھی لگتی ہیں، مگر بُرُّ صون کی بچکانِ حرکتیں بُری لگتی ہیں، اُس دقت کی تکلیف کا احساس
کرنا بہت مشکل ہے۔ قرآن نے خود اس کا نقشہ اس طرح کیا ہے:

”وَمِنْكُمْ مَنْ يَرْدُدُ إِلَى آذَلِ الْعُنُرِ لِكَيْلًا يَعْلَمَ مِنْ“

”بَعْدِ عَلِيهِ شَيْئًا“ (از سورہ ۲۲ الجم' آیت پارہ)

یعنی: ”اور تم میں سے کچھ عمر سنبھیہ ہو کر بدترین زندگ کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں، اُن کی یہ
حالت ہو جاتی ہے کہ جو علم اُخرون نے حاصل کیا تھا وہ اُنکے یاد نہیں رہتا۔“

* شاید اسی لیے بُرُّ ہے انسان کو حدیثوں میں ”أَسِيرُ أَهْلَهُ فِي الْأَدْفَنِ“ (زین میں خدا کا

قیدی) کہا جاتا ہے۔ (تفیریگیر)

* آخیر ہزار و نیعام کافر باما ”أَفَلَا يَعْقِلُونَ“ (چھرو عقل سے کام کیوں نہیں لیتے)
کہ اتنا نہیں سمجھتے کہ (۱) جو توت تم رکھتے ہو، یہ وقتی دعا رضی ہے (۲) یہ کس نے عطا کی ہے۔
(۳) جو خدا یہ قوتیں دے سکتا ہے وہ اس قدر طاقتور بھی ہے کہ ان قولوں کو تم سے چھین لینے
پر قادر بھی ہے۔ (۴) یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے (۵) ہمیں فرائی کی طرف پہنچا،

(۶) اس لیے ہمیں خدا سے ملاقات کی تیاری کرنی چاہیئے۔

یعنی خدا کی ملاقات کے لیے نیک اعمال کا سامان جمع کرنا چاہیئے۔

..... (تفیری تحریر، تفسیر کیر امام رازی)

* جناب رسول خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَسَلَّمَ نے ابوذر سے وصیت فرمائی تھی کہ:

”پائی چیزوں کو پائی چیزوں سے پہلے غیمت جالو:

(۱) اپنی جوانی کو اپنے بُرُّ مطحہ سے پہلے

- (۱) اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے
 (۲) اپنی خوشحالی کو اپنی بد سالی سے پہلے
 (۳) اپنی فراغت کو اپنی مشغولیت سے پہلے اور
 (۴) اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے ۔۔۔ (غیرت بھجو)
 (غیرت نبوت، تفسیر کبیر)

* قرآن نے اس حقیقت کو دیں فرمایا:

”جس شخص کو بھی یہ امید یا خوف ہے کہ اُس کو اپنے مالک کی طرف پہنچا ہے، اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیک اعمال بجا لائے اور یہ کہ اپنے مالک کی علامی اور عیادت میں کسی کو شرکیک نہ کرے۔“ (سمة الکعبت آخری آیت ۱۷)

آیت کا پیغام | یہ ہے کہ ”لے لوگو! تمہاری صورتوں کو منع کر دینا ہمارے لیے کوئی بڑی مشکل بات نہیں ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ ہم ایک تدرست طاقتو رانان کو بونصا بنا کر میکھنے، بولنے، چلنے پھرنے سے معدود نبادتی ہیں۔ گویا بچوں کی طرح کمزور اور دسروں کا قلعہ ہو جاتا ہے۔ جو خدا بڑھا پس ساری طاقتیں سلب کر سکتا ہے، وہ جوانی میں بھی تمھیں منع کر کے پولی بنا سکتا ہے۔۔۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

اس آیت سے ثابت ہو گیا ”انسان کی کمزوری یا طاقت رات کی گردش پر مختصر نہیں ہے بلکہ اس کا دار و مدار خداوند عالم کی تدبیر پر ہے۔“ (تفسیر قمی)

هُوَ بِالْأَدْسِرِ
وَفِي مَنَادٍ جِبِيلٌ
مُرْسَلٌ مُذْنَابٌ وَمُلْعَنٌ
كَوْلَمَدْ وَكَوْلَمَدْ

کہہ علیاً و طال

ان (آیات نمبر 69-70-71) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

وَمَا عَلِمْنَا مِنَ الشِّعْرِ وَمَا (۶۹) اور ہم نے اپنے نبی کو شاعری
يَنْبَغِي لَهُ أَنْ هُوَ إِلَّا (لغوگوئی نہیں سکھاتی ہے، اور نہ
ذَكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ) (۷۰) شاعری کرنا (خیالی پلاؤ کانا، ان کو
زیب دیتا ہے۔ یہ قرآن) تو ایک نصیحت، اور یادداہی ہے، اور
صاف صاف پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسولؐ کو شاعری نہیں سکھائی، اس لیے کہ اگر ہم
ان کو شاعری کا ملکہ عطا کر دیتے تو تم کوشک ہو جاتا کہ اپنی اُسی صلاحیت کے زور پر انہوں نے
قرآن لکھ لیا ہے اور یہ وی شاعری کی صلاحیت ہے جو قرآن کی شکل میں بول رہی ہے۔

* لیکن یہ بات بھی ثابت ہے کہ جناب رسول خدا صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کبھی کبھی اشعار سن لیا کرتے اور اشعار کہنے کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ اس لیے اس آیت سے فنِ شعر کی تتفیص یا تزییل مقصود نہیں ہے۔ اس مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ کیوں کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت ناممکن تصور حد تک بلند ترین کمال پر تھی اس لیے لوگوں کو کیسیں یہ شبہ نہ پہچاتا کہ قرآن جناب رسول خدا کے لئے شاعری کا تجہیز ہے۔ اس لیے فرمایا کہ ہم نے رسول خدام کو شاعری کا ملک عطا نہیں فرمایا۔“ (تفیر مجسم ابیان، تبیان، افضل الخطاب، تفسیر بکیر)

* نیز یہ کہ شعر سے یہاں مراد عرب کی شاعری ہے جو جھوٹی خیال، جنسی جذبات اور غش خیال کی ترجیحی تھی، جس میں حقیقت کا انصراف تھا بلکہ حقیقت سے بہت دور کی منصوبی بندیاں خیالی طلاو اور شیخ چلی کے منصوبے، جھوٹی کہانیاں، زبردست مبالغہ آرائی، تشبیہات اور استعاروں کی بصر مار تھی۔ (امام راغب، تفسیر درج الممال)

* اپنی اور اخلاقی، بامعنی بلند شاعری کی بہر حال تزلیل ہرگز مقصود نہیں ہے۔ (مولف)

وھی اور شعر کا فرق

(۱) عام طور پر شعر تخلیات، تصورات اور جذبات کا تجہیز ہوتے ہیں، جبکہ "وھی" خدا کی طرف سے پیغام کی شکل میں بھیجا جاتی ہے۔
 (۲) شاعر ہمیشہ "تغیر" کے عالم میں ہوتا ہے، جبکہ "وھی" ثابت شدہ حقائق کو بیان کرتی ہے۔

(۳) شعر کا لطف مبالغہ آرائی پر مختص ہوتا ہے، اسی لیے عربی کا محاورہ ہے۔ "أَحْسَنُ الشِّعْرِ الْكَذِبُهُ" یعنی: سبے اچھا شعروہ ہوتا ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ بلاد جاتے۔ جبکہ "وھی" صفات اور سچائی کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔
 (۴) شاعر الفاظ کے حسن کی خاطر مجبور ہوتا ہے کہ خود کو الفاظ کے حوالے کر دے، یا الفاظ کے سچھے سچھے چلے، جبکہ "وھی" الفاظ کے سامنے لاچا رہیں ہوتی۔

(۵) شعر، شاعر کی آزوؤں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جبکہ "وھی" خدا کی ترجمان ہوتی ہے۔

الیتہ وہ اشعار مستثنی ہیں جو مقدار ہستیوں اعلیٰ مقام کے لئے کہے جاتے ہیں۔

(۶) شعر اک پیری گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ الشراہ میں فرمایا:

وَالشَّعْرُ أَدْرِيٌ يَتَبَعِّهُمُ الْعَاقُولُونَ هَذَا الْمُنْزَلُ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ دَارٍ

تَيَهُمُونَ هَذَا أَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ هَذَا الَّذِينَ أَمْنَوْا

وَعَمِلُوا الصَّلَاحَتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا... (ال۱۳ سورہ الشراہ - پہلی صفحہ)

یعنی: "اور گراہ لوگ شعر اک پیری کرتے ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر دنی میں

بیکے ہوتے سرگرد ان بخراں پھر اکرتے ہیں" اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو وہ

کرتے نہیں (یعنی بدلیں) سوائے ان رشوار کے جوابیان لاتے اور اعمالی

یحالاتے، اور کثرت سے اللہ کی باد کرنے والے ہوتے ہیں۔"

جیکہ وجی الہی کی پیری نیک اور صالح لوگ کرتے ہیں۔

(۷) شاعری کا مزہ غفلت اور حقائق کو فراموش کر دینے میں ہے۔

سے مٹے سے غرض نشاط ہے کب رسیاہ کو، اک گورا بے خودی مجھے دن رات چاہیتے۔

جیکہ قرآن اور دوچی سوائے بیداری میز اور ہوشیاری کے کچھ نہیں۔

* جناب رسول خدا صلوات اللہ علیہ وسلم کی لمبیت کو شاعری سے کوئی مناسبت نہ تھی میں آپ

نے پوری عمر میں کوئی شرذہ کیا۔ کبھی رجز کے موقع پر اگر زبان مبارک سے کوئی مقصود عبارت بنے ساختہ

جاری ہوئی تو اسے شاعری نہیں کہ سکتے۔ آپ شاعر و کل اشعار تک نہیں پہنچتے تھے، الگ کی اچھے شعر کا

حوالہ میں ہتھے تو اس کو شرمیں ادا فرماتے۔ آنحضرت مخدی مجددی باقی باقی کے نہیں بلکہ حقیقتوں اور دوچی

لبیک ترحان تھے۔ شاعری دل پر اثر کرنے سے اور مجددی باقی باقی کے نہیں بلکہ حقیقتوں اور دوچی

بات پر قرآن و حدیث کو شاعری کہہتا سارے غلط اور بے انصافی ہے۔ اصل میں قرآن کے بے پناہ اثر

کو دیکھ کر بڑے فیض و لذیغ شا فردگ رہ گئے تھے۔ اسی بیار پر حنفی و میں عرب قرآن کو شاعری اور

جادوگری کہنے لگے جیکہ جادو اور شاعری سے آج تک انسانی تاریخ میں کبھی کوئی انقلاب برپا نہیں ہوا کہا یہ کام

شاعر و دل کا نہیں ہوتا بلکہ بغیر ان خدا کا ہوا کرتا ہے۔ (رسیخ الاسلام مختار)

خداوند عالم فرم رہا ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو شاعری نہیں سکھائی۔ شاعری

ان کا کام نہیں۔ ان کا بیان شاعری نہیں بلکہ فیضیت یعنی تمہاری بھلائی ہے۔ ایک

صاف پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اسی لئے جناب رسول خدا نے فرمایا "نہ میں

شاعر ہوں اور نہ شاعری میرے لئے مناسب ہے۔ آپ نے صرف ایک مفتی کلام

غزوہ حنین میں فرمایا تھا انا النبی لا کذب = انا بن عبدالمطلب
 علماء کہتے ہیں کہ یہ شعر نہیں ہے صرف سمجھ مقفلی کلام ہے۔ البتہ جناب رسول خدا حکمت اور دانائی سے لبریز اشعار سننے تھے اور ان کی تعریف فرماتے تھے۔ آپ نے حسان سے کہا تھا کہ جب تک تو اپنی زبانِ شعر سے ہماری مدد کرتا رہے گا، تیرئی مدد روح القدس سے ہوتی رہے گی۔ (تفسیر نور الثقلین)

لَيُتَذَكَّرَ مَنْ كَانَ حَيَاً ... تاکہ رسول اُس کو ڈرائیں
وَيَحْقِّقَ الْقَوْلُ عَلَىٰ سمجھائیں، جس میں زندگی ہو،
الْكُفَّارُ کے فریضے اور حجت تمام ہو جائے حق کے
 منکروں (کافروں) پر دیا، کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو جائے۔

* جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اس آیت میں زندہ آدمی سے مراد عقل سے کام یستے والا انسان ہے"۔ (تفیر صافی محدث، تفسیر مجعع الیہمان، تفسیر نور الثقلین)

* اس لیے زندہ آدمی کے حقیقی مراد سچا مون ہے جس کا دل ایمان سے لبریز ہو۔ اس لیے کہ ایمان دل ہیں اُسی وقت داخل ہو سکتا ہے جب انسان کائنات پر یعنی عدای آیات پر غور و فکر کرے۔ جب انسان غور و فکر کرتا ہے تو اُس کا دل ایمان کے ذمیسے سے زندہ ہو جاتا ہے۔ (تفیر تمی، تفسیر کعبہ)

* دل بینا بھی کر خدا سے طلب ہے: "آنکھ کا نور دل کا نور نہیں"
 * علامہ اقبال کی دعاء ملاحظہ فرمائیں:

اگر شایاں نیم تین مثلى را ہے: نگاہم وہ چوں شمشیر میں تیز
 * جو لوگ عقل سے کام نہیں یستے اور کتابیں رہتے، پڑھتے چلے جاتے ہیں، ان کے بارے میں ڈاکٹر اقبال نے خوب فرمایا ہے:

* کیا ہے تجوہ کو کتابوں نے کو رذوق ایسا ہے: کہ بُحکل سے بھی تجوہ کو بلا نہ گل کا سارا غیبی: کتابیں رہ کر تو اس طرح عقل کھو جائے کہ تخلیقات کائنات کو بیکھر جی اے انسان

تجھے اُس کے خالق کا سراغ نہیں سکا۔
..... (مؤلف)

۵ کس کے تابع ہے یہ ہر روز ابھرنا سورج ہے؛ دور کی چاند کے سی ذات نے تاریکی شب کوں شتم سے دھلاماً ہے رُخِّ گل ہر روز ہے؛ بخطا نظم کا ہے اور ہیاں کوں سبب؟
..... (حامیں کاملی)

* غرض قرآن ایمان کو زندگی اور مرضیں کو زندہ انسان سمجھتا ہے۔ بے ایمان کو مردہ سمجھتا ہے۔ یہ زندگی ظاہری زندگی سے بہت اعلیٰ چیز ہے۔ اگر زندگی سانس لینے، کھانے پینے، سونے جانے، چلنے چھرنے کا ہی نام ہے، تو یہ زندگی جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ یہ انسانی حیات نہیں ہے۔ انسان کی اصل زندگی عقل سے کام لینا، اعلیٰ صلاحیتوں کو بیدار کرنا، تقویٰ، ایثار، فدائکاری، خدا کی اطاعت، نفس پر قابو رکھنا، اور اخلاقی خصائص میں حاصل کرنا ہے۔
..... (تفسیر منورہ)

۶ دل مردہ، دل نہیں ہے اسے زندہ کرو بارہ ہے؛ کہی ہے امتوں مرض کہن کا چارہ
..... (اقبال)

۷ بندگی حق کی دلادیتی ہے انسان کو نجات ہے؛ اُن تواہم سے جو دھڑکن میں یہے رہتے ہیں جو خدا کوئی بھی انسان کا بھی خواہ نہیں ہے؛ اُس کے احکام سے وابستہ ہے انسان کی نجات
..... (حامیں کاملی)

حقیقی زندگی حاصل کرنے کا طریقہ | حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا

(۱) ”قرآن کے طالب پر غور و فکر کرو، کیوں کہ اس میں دلوں کو زندگی بخشے والی بیمار ہے۔“
..... (تبحیۃ الدافت خطبہ مٹ)

(۲) ”عقل سے کام لینا دل کی زندگی ہے۔“

” حکمت اور عقل سے کام لینا مردہ دلوں کو زندہ کر دیا کرتا ہے۔“
..... (تبحیۃ الدافت خطبہ مٹ)

نیز فرمایا: ”بن کی بیماری سے دل کی بیماری بدتر ہے۔“
..... (تبحیۃ الدافت کمات تماری)

(۲) بُرے کاموں سے بچنا اور خدا کے مقرر کیے ہوئے فرائض کو ادا کرنا حقیقی زندگی ہے۔

* حضرت امام علیؑ ابن ابی طالبؑ تلمیث اللام نے فرمایا:

”جس میں تقویٰ کی روح کم ہو جاتے اُس کا دل مر جاتا ہے۔“
..... (ابن الصبا لدفۃ الکلامات تعارف)

حضرت امام حسینؑ ابن امام علیؑ نے فرمایا:

”طُولُ التَّجَارِبُ زِيَادَةً“ فِي الْعُقْلِ، وَالشَّرَفُ فِي التَّقْوِيٰ وَالْقُوَّةِ
زَاهِهُ الْأَنْدَانِ، أَحَدُكُمْ مَنْ نَهَاكَ“ (یعنی: طولانی تجربے عقل کی زیادتی کا باعث ہے
اور شرف کا انحصار تقویٰ میں ہے، اور قواعٹ سے بدن کی راحت ہے، جو تم کو محروم رکھے گا اور تم کو بُرائی سے بُرکا
خداوندِ عالم نے فرمایا: ”إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ اللَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمُؤْمِنُونَ يَبْغُونَ“

اللَّهُ تَعَالَى إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ لِمَنْ يَبْغُونَ ۝“ (سرہ الانعام آیت ۵۷)

وہ صرف (زندہ لوگ ہی) سنتے والے کان رکھتے ہیں اور (اسے رسولؐ) تمام سینیاں کو قبول بھی کرتے ہیں،
لیکن مرنے سے، تو اُنھیں تو خدا خود قیامت کے دن اُجھائے گا، پھر وہ خدا کی طرف پیٹ جائیں گے۔

حقیقی معنی میں مومن ہی زندہ ہوتا ہے۔

صحیح معنی میں زندہ کہلانے کا مستحق صرف مومن ہے۔ کافر زندہ ہوتے ہوئے مردہ

ہے۔ خدا نے مومن کے لئے فرمایا ”کیا وہ جو پہلے مردہ تھا۔ ہم نے اس کو زندگی

دے کر زندہ کیا۔ اور اس کے لئے نور مقرر کیا۔ جس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کے

درمیان چلتا پھرتا ہے۔ زندہ سے مومن مراد ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

حضرت علیؑ نے فرمایا ”زندہ سے عقائد انسان بھی مراد ہے۔“

(تفسیر مجتمع البیان)

(مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس = یوں تو کانج کا جواں زندہ نظر آتا ہے)

أَوْلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا (۲۱) کیا یہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے
 لَهُمْ مِمَّا عَمِلُتُ اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی
 آئُدِ بُنَا آنُعَامًا فَهُمْ چیزوں میں سے ان کے لیے
 لَهَا مِلْكُونَ (۲۲) جانوروں موشیوں کو پیدا کیا
 اور اب یہ ان کے مالک بننے بیٹھے ہیں۔

وَذَلِكُنَّهَا لَهُمْ فِي مِنْهَا (۲۳) اور ہم نے ہی ان جانوروں
 وَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا کو ان کے قابو میں دیا ہے
 يَا كُلُونَ (۲۴) تو ان میں پچھ تو ان کی سواری
 کے کام آنے والے ہیں اور ان میں سے کچھ کو وہ غذا بنتے ہیں۔

آیت ۲۵ میں خدا کا فرمانا کہ : ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں سے ان کے لیے بھی پیدا کیجئے ہیں خدا کے ہاتھوں سے مراد جسمانی ہاتھ نہیں بلکہ ہاتھوں کا لفظ یہاں بطور استعارت کے استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کو خود ہم نے ہی تھا اس لیے پیدا کیا ہے۔ ان چیزوں کے پیدا کرنے میں کسی اور کا کوئی عمل نہیں ذرہ برابر بھی نہیں۔

(تفیر بکیر، تغییب القرآن، تفسیر مجتبی البیان)

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَاجِفٌ (۲۳) اور ان کے لیے ان میں
وَمَشَارِبٌ أَفَلَا مختلف فائدے کی چیزیں
اوپر میتے کی چیزیں بھی ہیں۔ پھر
یَسْكُرُونَ (۲۴)
کیا پیشکر ادا نہیں کرتے؟

شکر کے معنی
(۱) یہ ہیں کہ سب سے پہلے انسان ہرنعمت کو خدا
کی عطاول سے سمجھے۔

(۲) پھر خدا کا اپنے اور احسان دل سے ملنے
(۳) پھر اپنی تمام تر توقعات صرف اور صرف خدا سے دالستہ رکھئے کہ آئندہ بھی وہی خدا
سب کچھ عطا فرمائے گا۔

جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا۔
سے جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے
۹ بتوں سے سمجھو کوئیدی خدا سے نویدی مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

(۴) پھر تمام نعمتیں دینے والے خدا کی تمام نعمتوں کو عملًا خدا ہی کی مرضی کے مقابل
استعمال کرے کسی نعمت کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرے۔

یہی تمام شکر ہے۔
+ کافر کیوں کہ خدا کی نعمتوں کو خدا کی عطا نہیں ماٹا رہے اُس کو کافر (یعنی منکر، حق کا چیخانا والا)
سمجھتے ہیں۔ (تفیریک بزر، تفہیم، جمعہ البیان)

* وَاقْعَيْتَنِي عَجِيبٌ بَاتٌ هُنَّ كُلُّ أَنْوَارٍ لَمْ يَرَ بَسْ هُنَّ كُلُّ
وَهُنَّ كُلُّ مَكَانٍ كُلُّ بَحْرٍ بَلْ كُلُّ قَرَآنٍ حَكِيمٌ :
”يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَعِوْالَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذَمَّاً وَلَوْ اجْتَمَعُوا مَعَهُ وَارْتَأُ
تَسْلِبُهُمُ الَّذِي أَبْرَقَ شَيْئًا لَا يَسْتَقْدِدُهُ مِنْهُ ضَعْفَتِ
الظَّالِمُ وَالْمَطْلُوبُ ۝ ” (رسوْلُ الْجَنَّةِ آیَتُ پَارَہ ۱۴)

یعنی: ”لے لوگو ارتھا رہے یہے، ایک مثال بیان کی جاتی ہے جس سے غور سے سنو۔
وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو روکارتے ہیں، وہ ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں
کر سکتے، اگرچہ وہ سب کے سب اس کام کے لیے سر جوڑ کر بیٹھیں (تب بھی
وہ یہ کام کرنے پر قادر نہیں رکھتے، یہی نہیں) بلکہ اگر مکھی ان کے دستِ خوان
سے کوئی چیز اٹھا لیتی ہے تو وہ اُس چیز کو بھی اُس سے چھین لینے پر قادر
نہیں۔ کہتے کہ زور ہیں طالب اور کہتے کہ زور ہیں مطلوب ۹

* غور و نکر کرنے کی بات یہ ہے کہ جو انسان ایک مکھی جیسی کمزور مخلوق کو اپنا مطیع
فرماں بردارتہ بناسکتا ہو، اُسی انسان کو خدا نے یہ قوت عطا فرمائی ہے کہ کئی قسم کے
جالوں، چوپائے اُس کے مطیع و فرماں بردار ہو جاتے ہیں، اور وہ انسان کی مستقل خدمت میں
لگے رہتے ہیں۔ بعض جالوں کو انسان اپنی سواری اور بار بارداری کے لیے استعمال کرتا ہے
اور کچھ کو اپنی خدا کے طور پر استعمال میں لاتا ہے، اُن کا گذشت، کمال، ہر ڈی وغیرہ کو اپنے
تصرف میں لاتا ہے، یہاں تک کہ چوپائے کا فضلہ یعنی گور بھی بیکار نہیں ہوتا ہے اُسے
بھی کھاد دیا جو کوئی طور پر استعمال کرتا ہے۔ یہ افسر کا انسان پر کرم نہیں ہے تو اور کیا ہے، پھر کہ اگر کوئی نہیں

لَسْمَهُ مُنْدِرُ وَ زَلَّا
بِسْلَسُو وَ سَلَخُ هَهُ
وَ هَهُ لَسْمَهُ هَهُ
هَهُ وَ زَلَّا نَوْ بَهُ
وَ هَهُ سَالَ سَلَمَهُ هَهُ

کوہ علائی طال

ان (آیات نمبر 74-75-76) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِمْ (۷۴) (یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی)
اللَّهُ أَلِهَةٌ لَّعَلَّهُمْ اُخْرُونَ نے اللہ کو چھوڑ کر اور بہت
سے معبد بنایے کہ شاید
یُنْصَرُوْنَ (۷۵)
(ان) انھیں مردیں سکے۔

لَا يَسْتَطِعُونَ نَصْرَهُمْ (۷۶) وہ ان کی کوئی مرد نہیں
وَهُمْ لَهُمْ جُنُدٌ لَّهُ خَلِيلٌ (۷۷) کر سکتے، جبکہ ان کی پوری کی
پوری فوج ان کے لیے موجود ہے۔

ان کے جواب میں اللہ نے فرمایا سورة الاعران میں ارشاد فرمایا:

”وَلَا يُسْتَطِعُونَ لَهُمْ نَصْرٌ وَلَا أَنفَسُهُمْ يَنْصُرُونَ هَوَ إِنْ
نَّدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّخُذُونَ كُمْ مَوَاعِدًا عَلَيْكُمْ أَدْعَوْهُمْ
أَمْ أَنْتُمْ صَامِدُونَ ه“ (سورة الاعران آیت ۱۹۲-۱۹۳ پارہ ۹)

یعنی: ”(یہ بُت) نہ تو اپنی غلامی کرنے والوں کی کوئی مدد کر سکتے ہیں اور نہ وہ خود
اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم انھیں برات کی دعوت دو گے تو وہ تمہاری پیروی
نہ کریں گے تمہارے لیے یہاں سے، اگر تم ان کو دعوت دو یا تم خاموش رہو۔“

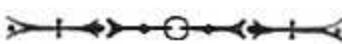
+ عرض خدا کی معرفت توحید تک پہنچاتی ہے اور توحید کی معرفت زندگی کا ایک خاص راستہ معین
کرتی ہے جو موجودین کو شرک کی گندگیوں سے بچاتی ہے مثلاً آج ساری دنیا دو بلکوں میں تقسیم ہو چکی ہے
آج بڑی طاقتیں چھوٹی ملکوں پر قبضہ کر رہی ہیں۔ چھوٹے حمالک یہ سمجھ رہے ہیں کہ بڑی طاقتیں ان کی مدد
اور حفاظت کر رہیں ہیں اس لئے وہ بڑی طاقتوں کی پناہ لینے کے چکر میں رہتی ہیں مسلمانوں کو جاہیز کر کہ وہ فدا
سے مدد مال کریں اور اُسی پر بھروسہ کریں کہ سب سے بڑی طاقت خدائی طاقت ہے۔ (مؤلف)

* فرزند رسولِ خدا، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ خاب رسول خدا صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے
فرمایا: ”اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے جھوٹے خداوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے جبکہ ان کے گروہ اپنے جو ٹوٹے
خداویں کی خدمت میں موجود رہتے ہیں اور یہ سب کے سب اُنہی جھوٹے خداوں کے سچے سچے چیزیں ڈالے
جائیں گے۔“ (حس کم جہاں پاک) *.... (تفیر صافی بحوالہ تغیرتی، تغیر فراشتعیں)

سُو و لَهْ مَا طَوَّدَ
 نَارٌ و لَهْ فِنَاءً لَا سَارَ
 مَا عَلَطَهُ هُوَ عَلَيْهِ
 مَادِمًا هُوَ حَسْبُهُ
 عَلَيْهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ لَهُ فَلَا

کے کے کے کے کے کے کے

ان (آیات نمبر 76-77-78) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



فَلَا يَحْزُنْكَ قُولُهُمْ (۷۶) خیر، یہ جو باتیں بنائے
 إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسْرُونَ وَ ہیں وہ تمہارے لیے رنج کا
 مَا يُعْلَمُونَ (۷۷) سبب نہ بنیں راس لیئے کہ
 حقیقتاً یہ جو کچھ بھی چھپاتے ہیں یا جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، ہم
 ہم اُسے خوب جانتے ہیں

* آیت ۷۸ کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ کفار خدا تک کے لیے اس قدر احتقانہ اور توہین آمیز راتیں کر لیتے ہیں تو پھر لے رسول؟ اگر وہ آپ کو شاعر کہہ رہے ہیں تو اس پر کوئی حسنہ یا افسوس کرنے کی فضور نہیں ہے۔ (ہر تا آیا ہے کہ اچھوں کو برآ کہتے ہیں) *

أَوْلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا (۲۷) كیا آدمی نے یہ نہیں دیکھا کہ
 خَلَقْنَا مِنْ نُطْفَةٍ هم نے اُسے ایک ٹپکے ہوئے
 فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝ قطرے سے پیدا کیا اور پھر وہ
 ایک کھلا ہوا جھگڑا لو (انسان) بن کر کھڑا ہو گیا۔

شانِ نزول ابی بن خلف اور امیہ بن خلف یا امیہ بن عاص قبرستان سے
 ایک پرانی ہڈی ڈھونڈھ کر لایا اور جناب رسول خدا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سامنے اُس ہڈی کو
 مسل کر ریزہ ریزہ کر دیا، اور پھر اُسے ہوامیں اڑادیا۔ پھر آنحضرت ﷺ سے پوچھنے لگا کہ اس جیسی
 ہڈیوں کو کون دوبارہ زندہ کر سکتا ہے؟ اُسی کے جواب میں یہ آیتیں اُتریں:
 (تفہیر کبیر۔ مجتبی البیان۔ کشاث)

* کیا عمدہ منصب بولتا جواب ہے کہ: ہم نے انسان کو نطفہ جیسے حیران قطرے سے بنایا۔
 اُس کی تخلیق ایسے غلیہ cell عیند سے شروع کی جسے آنکھوں سے دیکھا بھی نہیں جاسکتا۔
 پھر نیات کمزور بچے کی شکل میں ماں کے شکم سے نکلا، پھر اُسے جوان بنا یا تو اکڑ کر اپنے خالی ہی جھگڑنے
 لگا۔ یہی وہ کام ہے جو انسان کے سوا کوئی جاندار نہیں کرتا۔ یہ اس لیے کرتا ہے کہ وہ خود اپنی ہی تخلیق
 کو جعل اسی ہے، اپنی ہی ذات کی خلقت کی ابتداء کے بارے میں نہیں سوچتا۔ قرآن کے یہ دو الفاظ
 قیامت کا استدلال اور اثر رکھتے ہیں کہ فرمایا: "وَتَسْعَى خَلْقَهُ" اور وہ خود اپنی ہی خلقت کو جھوپل گیا۔
 انسان سے کہا جا رہے ہے کہ: خود اپنی ہی تخلیق کو مرکر دیکھ لے کر تو ایک حیرنا چیز قطرہ

خدا نے ہر روز تجھے نئے سے نیا باس پہنایا، تیری شکلیں ایسی بدلیں اگر حماد رسی تیری تصوری جاتی، اور تجھے دکھائی جاتی تو ہرگز توُسے نہ پہچان سکتا کہ یہ تیری ہی تصور ہے مرت جادات سے تیرے وجود کے خیروں کو اٹھایا۔ پھر تو جاندار حیوان بننا، پھر گاس پھوس کے دودھ سے تیری نشوونما ہوتی، مگر تو ایسا جھلکڑ زکلا کہ خود اپنی ہی تخلیق کو محلا بیٹھا، اور انسانیاں سے جھلکڑ رہتے کہ ان پرانی بیلوں میں کون زندگی پیدا کر سکتا ہے؟

اگر یہ ہر یاں مکمل طور پر پرانی ہو جائیں تو مٹی ہی تو بن جائیں گی۔ تو کیا تو پہلے دن مٹی سے نہیں پیدا کیا گیا؟ کیا تو پہلے مٹی نہ تھا؟ ایک دن تو اس ابھار کے ساتھ اس پرانی ہڈی کا وجود تک نہ تھا۔ بلکہ جس مٹی سے یہ ہڈی بنی ہے وہ مٹی تک موجود نہ تھی۔ اس دہی خدا جس نے اس ہڈی کو عدم سے وجود بخشتا، وہی خدا اس پرانی ہڈی میں زندگی کی ر حق کیوں دربارہ نہیں پیدا کر سکتا؟

شالا: حضرت ابراہیم نے خدا سے سوال کیا ہے: «وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّي أَرْأَيْتَ كَيْفَ

تُحْيِي الْمَوْتَىٰ فَالْأَوْلَادُ لَا يُحْيِيْنَ مَالَ بَلِّي وَلَكِنَّ رَبِّيَّهُمْ يُحْيِيْنَ قَلْبَيْهِمْ فَالْأَفْعُدُ اَرْبَعَةَ رِّبْعَةَ مِنْ اَلْكَلِّيْرِ فَصُرْتُمْنَ اِلَيْكَ ثُمَّ اُجْعَلْتُ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا اُثْمَّ اَذْعُمْنَ يَا تَبِّعْنَكَ سَعْيًا مَوْا عَلَمْنَ اَنَّ اللَّهَ عَزَّ ذِيْخَلِيلَمْ ” (سریہ العبرۃ آیت ۱۷ پارہ)

یعنی: «اور اے رسول! اُس دادعہ کو میدارو) جب ابراہیم نے اللہ سے درخواست کی کہ اے یہر پر دوگار! آپ مجھے ہمی تو دکھای دیجیے کہ آپ مردہ کو کیوں کر زندہ کر دیتے ہیں؟ اللہ نے فرمایا: کیا تھیں اس کا یقین نہیں؟ ابراہیم نے عرض کی: یقین تو ہے مگر میرا دل مطہن نہیں ہے، (مجھے آنکھ سے دکھای دیجیے۔) اللہ نے فرمایا: (اچھا تو، چار پرندے پکڑلو اور ان کو اپنے پاس منگوا لو اور ان کو گلڑی مکڑی کر کے قیمت بناو) پھر ان کو ہر پیار پر تصور کر کے رکھ دو۔ اس کے بعد ان کو ملاو تو وہ سب سچ بھار پاس اٹھتے ہوئے آیے۔ اور یقین جاؤ کہ اللہ غال حکمت والا ہے۔» جب اللہ کا یہ حکم حضرت ابراہیم کو ہوا تو انہوں نے ایسا ہی کہا۔....

چنانچہ روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار پرندوں کو پکڑا وہ پرندے گردھ، بط، مور اور مرغ تھے۔ آپ نے سب کو گردن سے جدا کر کے سب کا یکجا قیمت بنا دیا اور سب کے گوشت کو اچھی طرح کوٹ پس کر میدہ بنادیا۔ اس کے بعد دس حصے کر کے پیاروں

پر ایک ایک حقد الگ کر کے کھدا۔ اور چاروں کی چونجیں لپٹنے پا سرکھیں۔ اس کے بعد چاروں کو پہ را تو ایک ایک بیزہ اپنی اپنی جگہ سے اُڑ کر اپنی اپنی چونج سے جالا، اور وہ سب کے سب اپنی اصل حالات پر زندہ پر ندوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ اور یہ بھی لکھا ہے حضرت ابراہیم قصداً ایک چونج کو دوسرے کے بدن میں طافے کی کوشش کرتے تھے، مگر وہ بغیر چونج کا جسم اپنی ہی چونج کی طرف رُخ کرتا تھا (اغضن و قیسہ بنے ہوئے پر ندے اپنی اصلی حالت پر پلٹ آئے)۔ (سبحان اللہ العزیز
مشائی (از قرآن الحکیم ترجیہ مولانا فراز علی۔ حاشیۃ مشائی)

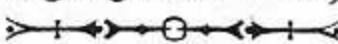
حضرت عزیز کا واقعہ

اسی طرح بنی قدر اور حضرت عزیز کا واقعہ قرآن میں منقول ہے کہ ارشادِ خداوندی ہوا: "أَوْ كَالَّذِي مَرِيَ عَلَى فَرِيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرْوَتِهَا فَالَّذِي يُحِبُّ هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا جَفَامَاتَهُ اللَّهُ مَاتَهُ عَامِثُرَبَعْثَهُ قَالَ كَذَلِكَ ثَقَالَ لِيَشْتُ يَوْمًا أَذْبَعَنِي لَوْمَهُ قَالَ إِنَّ لِيَشْتَ مَاتَهُ عَامِثُرَبَعْثَهُ الْحَامِلُكَ وَمُؤَابِكَ لَرَبِّيَتَهُ وَالْنُّظُرُ الْحَمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ أَيَّهَ لِلثَّانِيَرَ وَالْنُّظُرُ الْعَظَمَمُكِيَّنْ دُنْشِرَهَا مُنْكَشِرَهَا الْحَمَادَ۔
یعنی: "یا مشاً اُس (بندہ کے) حال، پر بھی نظرِ غور سے دیکھا کر جو ایک ایسی بستی کی طوف ہو گزد اجس کی چھتیں زین پر گری پڑی تھیں (اردو اس کے باشدنوں کی لاشیں درند کھا رہے تھے) اُس بندہ (حضرت عزیز) نے اسے دیکھ کر کہا کہ اب اللہ اس بستی اور ان لوگوں کو ان کی سوت کے بعد کیسے زندہ وایاد کرے گا؟ پس اس نے ان (عزیز) کو سو برس تک مردہ رکھا، پھر ان کو زندہ اٹھا اور پڑھا: تم بیوال کتنی سوت کے پڑے ہوئے؟ انھوں نے لیا: ایک دن یا اس کے کم "اللَّهُ غَرِیبٌ" بلکہ تم بیوال سو برس تک مردہ رہے رہے ذما تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ خراب ہیں ہوں اور محارگر میک قبریاں صلی بُری ہیں بھرم ان پر گوشت چڑھا ہیں یہ اس سے ہے ہم نے کیا تاکہ تم کو لوگوں کے بیٹھے نشانی فراروں اخیر

وَمُحْكَمٌ فَلَا يُنْسَى
لِمَنْ سَمِعَ وَمَنْ يَرَى
فَلَمْ يَكُنْ لَّهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ مُّنْفَذٌ فَلَمْ يَمْلِمْ

کوہ گلابو طالب

ان (آیات نمبر 78-79) کو علی ابن طالب نے لکھا۔



وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسَى (۷۸) اب وہ ہم پر شالیں کس رائے
خَلْقَةٌ قَالَ مَنْ يُّنْجِي (۷۹) اور خود اپنی پیدائش ہی کو بھلا
الْعِظَامَ وَهُوَ رَمِيمٌ (۸۰) بیٹھا ہے۔ کہتا ہے: ان ہڈیوں کو
کون زندہ کرے گا؟ حالات وہ گل سڑ
گئی ہوں گی؟

قُلْ يُحِيِّهَا اللَّهُ الَّذِي أَنْشَأَهَا (۸۱) کہدیجیہ کے انھیں وہی زندہ
اُولَمَرَّةٌ وَهُوَ بِكُلِّ کرے گا جس نے انھیں پہلے پسل

خَلْقٌ عَلِيُّمُ ۝

پیدا کیا تھا، کیوں) وہ پیدائش کے
ہر کام کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

آیت ۹۸ کی تشریح: خداوند عالم کا اثر آتا ہے کہ "کیا تو اپنی پیدائش کو جھول گھما سپس جس طرح میں نے مجھے عدم
بعد وجود دیا" اسی طرح بوسیدہ ڈبیں کو اور خاکستر ڈبوں کو جس کر کے دوبارہ زندگی دیتے پر بھی تادری
بلکہ ایجاد سے دوبارہ پیدا کرنا آسان ہوتا ہے سپس جو ایجاد کر سکتا ہے وہ دوبارہ آسانی سے
پیدا بھی کر سکتا ہے۔

چر دوسری مثال وضاحت کے لیے بیان فرمائی گئی: جو ذات مرسیز دفت سے اگ پیدا
کرنے پر قادر ہے وہ بوسیدہ ڈبیں میں روح ڈالنے پر کیسے قادر ہے؟
*..... تغیر افوار النجعہ

* پھر آخر میں فرمایا: "وَهُوَ يَكُلِّ خَلْقٍ عَلِيُّمُ" وہ خدا ہر خلقت سے واقف ہے
یعنی: اُس کو خوب معلوم ہے کہ انسان کے بکھرے اعزا اور ہیاں کیاں موجود ہیں۔ خدا انسان کے
دل ارادوں نکل کر جانتا ہے۔ *..... (تفیر نسخۃ)

آیت ۹۹ کا مطلب ایسا ہے کہ خدا وہ ہے جو حیثت *Nothing* سے ہست
کو پیدا کرتا ہے۔ تمام چیزوں کی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے۔ بحدا ایسے قادرِ مطلق خدا کے لیے تمام
انسانوں کو موت کے بعد دوبارہ پیدا کر دینا کوئی شکل بات ہو سکتی ہے۔
*..... (ابو بکر جعفرا ص، تغیر کریمہ (ام رازی))

خدا ہر قسم کی تخلیق سے واقف ہے۔ آج کلونگ کے ذریعے چیزیں پیدا کی جا رہی
ہیں۔ خدا تخلیق کے تمام طریقوں سے واقف ہے۔ معلوم ہوا تخلیق کا صرف ایک
طریقہ نہیں بلکہ کئی کئی طریقے ہیں۔ خدا سب طریقوں کا موجود ہے اس لئے سب
سے واقف ہے۔

سَادِيٌ حَلَّ لَهُ
 هَذَا سَبْعًا مَّا حَطَوْ
 مَا دَنَّ فَبَادَهَا
 بَنَ لَهُ عَصَمٌ وَّ بَدْرٌ
 بَعْ لَسْنًا لَكَ عَلَوْ

کفہ علیاً بے طال

ان (آیات نمبر 80-81) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

إِلَّذِي جَعَلَ لَكُمْ قُرْبَةً (۸۰) وَهِيَ اللَّهُ تَوَبَّهُ جِنَّتَهُ مَحَارَكَيْهِ
 الشَّجَرُ الْأَخْضَرُ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ بِهِ رُدْخَتْتُمْ اَأَغْمَدَكُمْ اَوْتِمَ اِيكَمْ
 مَنْهُ تُوقُدُونَ (۸۱)

او سُلَّاكَ كَبَحْرَ كَالِيَتَهُ ہو

ایت ۸۰ کام طالب یہ ہے کہ خدا ہی نے ہرے بھرے درختوں کے اندر آتش گیر یعنی اگ پیدا کرنے والا امداد رکھ دیا ہے۔ اسی لیے تم کلڑیوں کو آپس میں رگڑ کر اگ پیدا کر لیتے ہو۔ عرب میں مرخ اور عفار دو قسم کے درخت پیدا ہوتے ہیں جن کی ہری بھری ہنسیوں کو ایک دوسرے پر مارنے سے اگ جبڑے لگتی ہے۔ عرب کے بعد پہلے زمانے میں اسی طرح اگ سلکاتے تھے۔ *.... (تفہیم کریم رازی)

* جو خلیل رب کچ کر سکتا ہے تو کیا ایسا تادِ ملک موت اور حیات کے اُٹ پیغمبر قادر نہ ہو گا؛ (جیگر دہ موت اور حیات وغلوں پر سمجھی تقریت رکھتا ہے اور دعویوں کا غافل بھی ہے) (شیعۃ الدین علیہ)

خدا نے اپنی قدرت کاملہ کو یوں بیان فرمایا ہے کہ ”اسی خدا نے تمہارے لئے سبز درخت میں آگ رکھ دی ہے۔“

اس میں دلیل یہ دی گئی ہے کہ تمہارے نزدیک کسی چیز کا اول اول پیدا کرنا مشکل کام ہے۔ مگر دوبارہ بنانا آسان ہے۔ جس خدا نے بالکل عدم nothing لاشیاء سے تمہیں پیدا کر دیا، اگر وہ دوبارہ تم کو زندگی دے دے تو اس پر کیا اعتراض ہے؟
 (حضرت امام حسن عسکریؑ)

سَلَامٌ وَ سَلَامٌ
وَ سَلَامٌ وَ سَلَامٌ
بِحَمْدِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
سَلَامٌ وَ سَلَامٌ

کہہ علی ابا طالب

ان (آیات نمبر 81-82) کو علی ابن طالب نے لکھا۔

أَوْلَئِسَ اللَّهُ مُخْلَقٌ (۸۱) کیا وہ خدا جس نے آسمانوں
 السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ اور زمین کو پیدا کیا، اس بات
 بِقُدْرَةِ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور
 مِثْلَهِمْ حَدَّدَ اللَّهُ قَوْهُ لگ پیدا کر دے؟ کیوں نہیں.
 الْخَلْقُ الْعَلِيُّمُ (۸۲) جبکہ وہ بہت پیدا کرنے والا بھی
 اور بڑا جانے والا بھی ۔

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا جب روح بدن سے نکل جاتی ہے تو کیا روح فنا ہو جاتی ہے؟

حضرت امام نے فرمایا: ”روح صور پھونکے جانے تک باقی رہتی ہے۔“ جب صور پھونکا جائیگا تو ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ نہ حس باقی رہی گانہ محسوس۔ پھر قیامت کے دن خدا ہر ہر چیز کو دی شکل دے کر پیدا کرو دیگا جزوں کو دنیا میں حاصل تھی۔ صور اور دوبارہ اٹھنے میں چار سو سال کا وقفہ ہو گا۔“

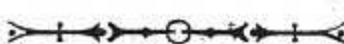
سائل نے پوچھا خدا کیسے دوبارہ زندہ کرنے گا؟۔

حضرت امام نے فرمایا: ”مرنے کے بعد روح اپنے مقام پر قائم رہتی ہے۔ نیک آدمی کی روح روشن اور کھلی جگہ پر رہتی ہے جب کہ برے آدمی کی روح اندھروں اور تکلیفوں میں رہتی ہے۔ جسم بالآخر مٹی بن جاتا ہے۔ خدا جو ہر چیز سے واقف ہے وہ ہر انسان کی مٹی سے بھی واقف ہے۔ جب خدا زندہ کرنا چاہے گا تو بارش برسائے گا۔ انسان کی مٹی جہاں بھی ہو گی یوں چمک رہی ہو گی جیسے مٹی کے اندر سونا چمکتا ہے۔ خدا ہر جسم کی مٹی جمع کر کے اصل جسم بنانے گا اور اس میں روح بھی ڈال دیگا۔ تمام انسان زندہ ہو کر اسی شکل و صورت کے بن جائیں گے جیسے دنیا میں تھے۔ (احتجاج طبرسی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا ز ٨٢
 أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ②
 وَمَا يَرِيدُ
 بِهِ إِلَّا مَوْجَدٌ

کہہ علیٰ ابو طالب

ان (آیات نمبر 82-83) کو علیٰ ابن طالب نے لکھا۔



إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا ز ٨٢
 أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ②
 وَمَا يَرِيدُ
 بِهِ إِلَّا مَوْجَدٌ

آیت 83 کی تشریح جناب امیر المؤمنین حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے ارشاد فرمایا کہ: خدا جس چیز یا کام کا ارادہ فرماتا ہے اُس سے کہتا ہے ہو جا تو وہ بلا تاخیر ہو جاتا ہے۔ مگر خدا کا کلام ایسی آواز ہے جو نہ کافلوں سے مکراتی ہے، اور نہ کسی جا سکتی ہے۔ بلکہ خدا کا ارادہ ہی خدا کا فعل ہے جسے وہ ایجاد کرتا ہے۔ (فتح الباری)

* نوٹ * یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی جائی ہے کہ یہ علیم جو سکیم خدا کے وجود کو مانتے کے بعد

(یعنی توحید کو مانتے کے بعد) معاد پر بحث کر رہے ہیں۔ ہم یہ پہلے سمجھ کر مان چکے ہیں کہ خدا نے ہیں پیدا کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کی فطرت میں خدا نے دوسری زندگی کے وجود کو رائج کر دیا ہے اسی وجہ سے پرانے لوگوں کے آثار برتاؤتے ہیں کہ پرانی قومیں بھی حیات بعد الموت کو تسلیم کرنے تھیں۔ ایک مشہور ماہر رفیعیات لکھتا ہے : ”دقیق تحقیقات بتاتی ہیں کہ پرانے لوگ مذہب کو مانتے تھے، اسی لیے وہ پرانے مُردوں کو ایک خاص طریقے سے دفن کرتے تھے اور ان کے آلات ان کے ساتھ رکھ دیا کرتے تھے۔ (سبا موئیل کینک)

گویا انسان کا وجود ان حیات بعد الموت کو تسلیم کرتا ہے۔ اسی لیے کوئی بھی انسان جیب یعنی کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اپنے وجود ان کے اندر سکون و اطمینان اور لذت محسوس کرتا ہے۔ ایسا سکون جسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اور اج بھی لاذر ہب انسان تک بڑے بڑے جرام کرنے کے بعد پرستائی بے سکونی محسوس کرتا ہے۔ جب انسان کا چھٹا سا موجود عدالت کا نظام رکھتا ہے تو کیسے مکن ہے کہ یہ پوری کائنات جو بڑا وجود ہے (عالم اکبر ہے) عدالت کے نظام سے خالی ہو؟ اس لیے عدالت الٰہی کا تصور یعنی فطرت انسانی کا ایمان ہے۔ انسان کی پوری تاریخ اسی ایمان کے پہنچنے کی گواہ ہے۔ (تفسیر القرآن)

آغرت کے عقیدے کے اثرات

(۱) یہی آغرت کا عقیدہ ہے جو انسان کے اندر نیکیوں کا شوق اور بُرا سیوں سے نفرت پیدا کرتا ہے۔

(۲) منحرف اور بدکار انسانوں کی اصلاح کرتا ہے۔

(۳) اس عقیدہ آغرت کی وجہ سے انسان عام عدالتوں کے بغیر بھی بُرانی سے رُکتا ہے۔

اسی لیے خداوند عالم نے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا :

” وَأَنْقُوْا يَوْمًا لَا تَجِزُّنَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ ”

” وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ” (سورۃ البقرہ آیت پانچ)

یعنی: ”اور اُس دن سے مرتے رہو جس دن کوئی شخص کسی بھی شخص کے بدلے میں ذرا بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی اُس سے کوئی مفارش قبول کی جائے گی، اور نہ ہی کوئی ذرہ و تاذان دے کر جان چھڑا لے جائے گی، اور نہ ہی کوئی شخص اُس کی مرد کے لیے آئے گا۔“

* نیز خداوند عالم نے سورۃ یونس میں ارشاد فرمایا:

”وَلَوْاَنَ لِكُلِّ نَفْرٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَا فَتَدْرِبَتْ بِهِ وَاسْرَوْا النَّذِيْرَةَ لَمَّا زَادَ الْعَذَابُ هُوَ قُصْدُوْ بَلْنَهُمْ حِلْقَسْطِ دُهْمُ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝“ (سورۃ یونس آیت ۱۰ پارہ)

یعنی: ”آن میں جو لوگ ظالم ہیں اگر تمام زمین بھی ان کے اختیار میں ہو اور اُس دن وہ سب کچھ اُس ظلم کے بدلے میں فدری دینے پر تباہ ہوں (تو بھی نجات نہ پائیں گے) جب وہ خدا کی سزا کو دیکھیں گے تو وہ اپنی شرمندگی کو جھپانے کی کوشش کریں گے، مگر ان کے درمیان اُس دن انفصال کے ساتھ فیصلہ ہو گا، اور ان پر ذرا سا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

* نیز ارشاد رب العزت ہے: (دنیا کی زندگی کا اصل مقصد یہ ہے کہ)

”لِيَحْزِنَ إِثْرُوكُلَّ نَفْرٍ مَا كَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝“ (سُورۃ البیرہ آیت ۱۴ پارہ)

یعنی: ”ماک اللہ ہر شخص کو جو کچھ اُنس نے کیا ہے (یا)، جو کچھ اُنس نے کیا ہے اُس کی جزا وہ نہ اور اللہ تو یقیناً بڑی تیزی سے حساب لینے والا ہے۔“ (روزیاتِ خاتم کتاب میں دیکھنے کی)

(القرآن) ۱۰۹

* جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”خَلَوْنَتِيْرِ مَادِ طَلاقِنِ پُلَكِ حِچَكَتِيْهِ سَارِي کِي سَارِي مَحْلُوقِ سَهْ حَابِ لَيْتَنِ چَكَاهُوْگَا۔“

..... (تفہیمِ مجید الیمان)

* پھر سخت (بڑے) مجرموں سے خداوند عالم ارشاد فرمائے گا:

”فَذُوْقُوا مَا سَيْنَتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا ۚ إِنَّا سَيْنَكُمْ وَذُوْقُوا عَذَابَ الْخَلْدِيْرِ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝“ (سُورۃ السجدة آیت ۱۰ پارہ)

یعنی: ”لوأب رجہم کے عذاب کا، مزہ چکھو، کیوں کہ تم نے آج کے دن کی (خداسے) ملاقات کو جبلا دیا۔ یقیناً ہم نے بھی تمھیں بھبلا دیا تھا۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے رہے اب اُسی کی وجہ سے ہیشگی کے عذاب کا بھی مزہ چکھو۔“ (القرآن)

قوتِ عمل کی پختگی

اِن بالوں کا صیم قلب سے سمجھ لینا انسان کو بُرا سُؤں سے

روک دیتا ہے، پھر اُس کے اندر قوتِ عمل کی پختگی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اور جب انسان اِس پلت پر یقین کرتا ہے کہ موت فنا کا نام نہیں ہے بلکہ ایک عظیم جہاں میں داخل ہونے دروازہ ہے، جو انسان کو ایک روشن اور سعیح عالم میں پہنچا دیتی ہے اور اُس پر انسانوں کے کار فرازے کھل جاتے ہیں، پھر انسان موت سے نہیں ڈرتا، بلکہ حق کے لیے جان دینے کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتا ہے۔

..... (تفیر نمونہ)

شہادت ہے، مطلوب و مقصود ہوں
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
(اقبال)

* جناب لعلی الرینین حضراتم علی ابن الجطالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
”خدا کی قسم! ابوطالب کے بیٹے کو موت سے اُس سے بھی زیادہ انسیت و محبت ہے جو ایک دو دھپیتے پچھے کو اپنی ماں کے پستانوں سے ہوتی ہے۔“
..... (بُنَجِ الْبَلَاغَةِ - خفیہ ۵)

یہی وہ علیٰ ہیں

کہ جھپوں نے ۱۹ ابریور میان المبارک کو حالتِ سیدہ میں سراقدس پر تلوار کا زخم کھا لیا تھا: ”فُزُّبُ بَرَّتِ الْكَعْبَةِ“ رَبِّ کبکی قدمیں کا یاب ہو گیا۔“

..... (جلدار العین، منتهی الاماں، ناسخ التاریخ)

* نیز ایک موقع پر جناب المیمنین علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:

”اگر یہ بات بالکل طے ہے کہ جان جانی ہی ہے اور باقی نہیں رہنی ہے تو اس جان

کو اشہر کی راہ میں کیوں نہ سے دیا جائے، تاکہ خلعتِ شہادت حاصل ہو جائے۔“
(ہنج ابسلم)

معاد کے عقلی دلائل

(۱) بُرْهَان حِكْمَةٍ : اگر دوسری زندگی نہیں ہے تو

یہ زندگی بے معنی اور لغو ہو کر رہ جائے گی، جبکہ خدا حکیم ہے، خالقِ عقل ہے۔ اسی لیے خداوند کریم نے سورۃ المومنون میں ارشاد فرمایا:

”أَفَحَسِبَتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبْثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝“

یعنی: ”کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تم کو فضولی بے مقصد پیدا کیا ہے، اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟“ (سورۃ المومنون آیت ۳۲ پارہ)

* جنابِ المرینین حضراتِ امام علی بن الطالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”یہ دنیا اُس شخص کے لیے ہے جو سچانی سے اس کے ساتھ پیش آئے، دنیا سچان کر جگہ ہے اور اُس شخص کے لیے ہے جو اس سے محفل و بصیرت حاصل کرے (سبن لے) اُس کے لیے یہ دنیا عافیت کا گھر ہے، اور اُس کے لیے بھی جو اس دنیا سے آفت کا سامان (ذیک اعمال) حاصل کرے۔ اور یہ دنیا اُس کے لیے تیاری کا گھر ہے جو اس سے نیمت حاصل کرے۔

* یہ دنیا خداۓ بزرگ و برتر کے دوستوں کی مسجد ہے۔ یعنی سجدہ کرنے کی جگہ ہے۔
* خداۓ تعالیٰ کے فرشتوں کی نماز (مصلیٰ) ہے۔

* دُجِي الہی کے نازل ہونے کی جگہ ہے،

* اللہ سے تجارت کرنے کی جگہ ہے، راحبوں نے یہاں اللہ کے فضل و رحمت کا سروکیا، اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدے میں حاصل کیا۔

تواب کون ہے جو دنیا کی بُرائی کرے؟ جبکہ اُس نے اپنے جلد ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور اپنے بستے والوں کو موت کی خبر دے دی ہے۔

چنانچہ اُس نے اپنی استوار سے استوار کا پتہ دیا ہے اور اپنی مرتزوی سے آفت کی مرتزوی کا شوق دلایا ہے۔ وہ رغبت دلانے، ڈرانے اور متنبہ کرنے کے لیے شام کو امن و عافیت

کا، اور صبح کو در دن انزوہ کا پیغام لے کر آتی ہے۔ تو اب جن لوگوں نے شر سار ہر کوکر صبح کی دوہ اُس کی بڑائی کرنے لگے، اور دوسرے لگ قیامت کے دن اُس کی تعریف کریں گے کہ دنیا اُن کو آہزت کی یاد رکھا، اور اُس نے اُپسین خبری تو اُخھوں نے تقدیر کی، اور اُس نے اُپسین پند و نصیحت کی تو اُخھوں نے نصیحت حاصل کی ۔^{۱۳۱}

برہانِ عدالت

(۲) بُرہانِ عدالت نظام کائیں ات پر غور کرنے سے از خود معلوم ہو جاتا ہے کہ ہر چیز حساب شدہ جویں تملیٰ بنائی گئی ہے۔ خود ہر کچھ میں توازن اور عدالت کا نظام موجود ہے۔ زندگی کیا ہے عنصر کا قہر ترتیب؟ موت کیا ہے؟ انہی اجزاء کا پریشان ہونا ہے..... (یکیست نہائی)

* پھر لوپہ نظامِ عالمِ عدالت و توازن پر قائم ہے، نظامِ عدل ساری دنیا پر حکومت کر رہا۔
 ”کُلْ عَدْلٍ فَأَمَّتِ السَّمُوَاتِ وَالْأَرْضَ“
 معنی: تمام آسان اور زمینِ عدالت ہی کی وجہ سے قائم ہیں۔ (تقریب صافی)

* تو بولا کیسے مکن ہے کہ ہمارے اعمال کو عدالت کی ترازوں میں نہ تلا جاتے گا ؟
 ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کو خدا نے اختیار کی آزادی دی ہے، شامک وہ انسان کو آزمائے،
 اب اگر انسان اس آزادی سے غلط فائدے اٹھاتے تو اُس کا کیا ہو گا ؟ ظالم، جابر، ناسن
 فاءِ در کے لئے عدل الٰہی کا تقاضا کیا ہونا چاہئے ؟

یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ تمام طالبوں کو ان کے بڑے بڑے جرائم کی پوری پوری سزا دنیا میں نہیں لتی اور سارے نیک لوگوں کو دنیا میں ان کی نیکیوں کا اچھا بدلہ نہیں مل پاتا۔

* اسی لیے خداوند عالم نے سورہ القلم میں ارشاد فرمایا:
 "أَفْتَجِّعُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ هُنَّ مَا لَكُمْ دُنْدُبٌ كَيْفَ تَحْكُمُونَ هُنَّ هُنَّ
 (سورہ القلم آیت ۲۵-۳۲ پارہ ۲۹)

یعنی: ”کیا اطاعت کرنے والوں کو ہم مجرموں کی طرح قرار دے دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے

یکس طرح کے فیصلے کرتے ہو؟ ” (القرآن)

- * غرض عقلی و نقلی دونوں دلیلوں سے ثابت ہے کہ انسانوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔ اس بھی یہ بات عقل و جدال اور ضمیر کو قبول کرنی پڑتی ہے کہ عدلِ الٰہی کے جاری ہونے کے لیے کوئی نہ کوئی وقت اور مقام ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے خداوند حکیم مطلق نے سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا:
- وَنَضَعُوا إِذَا نَبَّأُوكُمُ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ قُلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا (۱۴) (آیت ۱۴ پارہ)
- یعنی: ”اور ہم قیامت کے دن عدل و انعام کی ترازوں میں قائم کریں گے۔ لیکن کسی پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔“
- * نیز فرمایا: ”وَقُصْدِي بِنِيهِمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ“ (سورۃ یوسف آیت ۵۵ پارہ)
- یعنی: ”اور (روزِ قیامت) ان کے درمیان عدل و انعام سے فیصلہ کیا جائے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“
- ایک یہودی نے جناب امیر المؤمنین پر اعتراض کیا

* ایک مرتبہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کچھ لوگوں کو مونپلت فرمائی ہے تھے کہ ایک یہودی عالم کا اُس طرف سے گزر ہوا۔ مونپلت سن کر اُس نے کہا: ”لے فرزندِ البوطالب! اگر آپ فلسفہ بھی جانتے ہو تو آپ کا بڑا مرتبہ ہوتا۔“ یہ سن کر حضرتؐ نے فرمایا: ”فلسفہ سے تمہاری کیا مراد ہے؟“ پھر فرمایا: ”کیا ایسا نہیں ہے کہ جس کی طبیعت میں اعدال (دمایت روی) پیدا ہو جائے تو اُس کا مراج خود بخود پاکیزہ ہو جاتا ہے، اور جسکے مراج میں پاکیزگی راست ہو جاتی ہے تو اُس کے اثرات نفس قوی ہو جاتے ہیں، جو اپنے نفس کے اثرات میں قوت حاصل کر لیتا ہے تو وہ ذاتیت کے منتهی کمال پر ملید ہو جاتا ہے، اور جو اس مراج کا لیا پر ہجت جاتا ہے تو وہ فضائلِ نفس ایتے سے آرائستہ ہو جاتا ہے اور جو فضائلِ نفس کے مرتین ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ اُس میں تمام کمالاتِ انسانیت موجود ہو جاتے ہیں جو بجا نہیں اس کے کاروں میں خاصہ و حیوانی موجود ہو کر اپنا اثر کھلاتے وہ اس حالت میں ملکوتی صفات بن جاتا ہے بس اس سے زیادہ انسانی عورج کا تصور نہیں۔“

یہ کلامِ سُن کرو یہودی عالم بی اختہ کہنے والا کلمے لے فرزندِ البوطالب! آپ نے تو بالکل فلسفہ ہی میں گفتگو فرمائی۔ (العرب ص ۹ عبد النعم العدوی المعری۔ طبع بیانیہ ۵ ذی القعده ۱۴۰۵ھ / ۵ دسمبر ۱۹۸۴ء)
وَمِنْ الْخَيْرِ۔ سمعت منزان فلسفہ انتاریکسِ الاسلامی فی القرآن اسایعہ الہمہ

فَسُبْحَنَ الرَّبِّ الْعَظِيمِ مَلِكُوتُ
كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

غرض ہر قصص اور ہر عینب سے پاک ہے وہ
جس کے باقاعدہ میں (قبضہ قدرت میں) ہر چیز کا
مکمل اقتدار ہے اور اُسی کی طرف تم پلٹائے
جانے والے ہو۔ ۸۳

توحید و معاد کی حقیقت
(۱) پہلی اہم بات یہ بتانی گئی کہ خدا ہر عینب سے پاک ہے۔ یعنی خدا
ہر کمال سے متصف ہے۔ اس طرح شرک کی جزو بنیاد کاٹ دی گئی۔ کیونکہ مشرکین خدا کے وہ صفات بیان
کرتے ہیں جو اُس کی شایانِ شان نہیں۔ اس لیے کروہ اپنی ذات پر خدا کا قیاس کرنے ہیں۔

(۲) دوسری حقیقت یہ بتانی گئی کہ کائنات کی کوئی چیز خدا کے قبضہ اقتدار سے باہر نہیں۔ اُس کی ہر چیز کی
طرح اُس کا اقتدار بھی کامل بلکہ اکمل ہے۔ اس لیے ہیں اُسی کی عبادت و اطاعت کرنے چاہئے۔

(۳) ہم سب کو خدا ہی کی طرف لوٹنا ہے یعنی ہمیں دنیا میں خدا سے ملاقات کی تیاری کے لیے سمجھا گیا ہے اس نے
دنیا میں ہماری سب بڑی کوشش ہی بڑی ہوتی چاہئے کہ ہم دن رات ایسے ایجے کام کریں کہ مالک ہم سے راضی ہو جائے اور ہماری خدا
سے ملاقات ہمارے پیارے ابھی کام سانان قصر اریا ہے۔

اختیارِ تکوینی

ہوجا، ”کن“ کا کہنا صرف ہمارے سمجھانے کے لئے فرمایا گیا ہے۔ خدا صرف
ارادہ فرماتا ہے تو اس کے نفس میں کوئی خلش پیدا نہیں ہوتی۔

(احتجاج طبری)

اسی مصنف کے قلم سے



- ۱۔ قرآن مجید: قرآن مجید کا آسان ترین واضح اردو ترجمہ
- ۲۔ خلاصہ التفاسیر: مختلف مکاتب فکر کی تفاسیر کا خلاصہ بالتفصیل: بیت (۳۰ جلد)
- ۳۔ اصول کافی کا منتخب آسان ترین ترجمہ (اردو، انگریزی)
- ۴۔ روح قرآن: قرآن مجید کے موضوعات کا خلاصہ
- ۵۔ روح اور رہوت کی حقیقت
- ۶۔ کام شاہ بخشانی: اردو ترجمہ کا انتخاب اور ترتیب
- ۷۔ قرآن مجید کا لفظی انگریزی ترجمہ
- ۸۔ شیعہ عقائد و اعمال کا تعارف کی کتابیں سے (اتحادیہ اسلامیہ کی ایک عملی کوشش)
- ۹۔ قرآن مجید کے (۳۰) اہم ترین سورتوں کی تفسیر
- ۱۰۔ قرآن مجید کے (۱۰۰) موضوعات کی تفسیر موضوعی
- ۱۱۔ اثبات و معرفتِ خدا (جدید علوم کی روشنی میں)
- ۱۲۔ ائمہ اہلبیت کی معرفت اہلسنت کی کتابیں سے
- ۱۳۔ حضرت امام مہدی کی معرفت اور ہماری ذمہ داریاں
- ۱۴۔ انتخاب صواعقِ محقر (ولایت علی اہن الی طالب)
- ۱۵۔ اصول دین (تفسیر موضوعی)

سپوٹنک کلاسیک

42 دی مال روڈ، لاہور فون: 042-7312977